محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۸۷ء کے موقعہ پر نائیجیریا (افریقہ) کے دو خوش نصیب نو احمدی بادشاہوں کے ساتھ۔
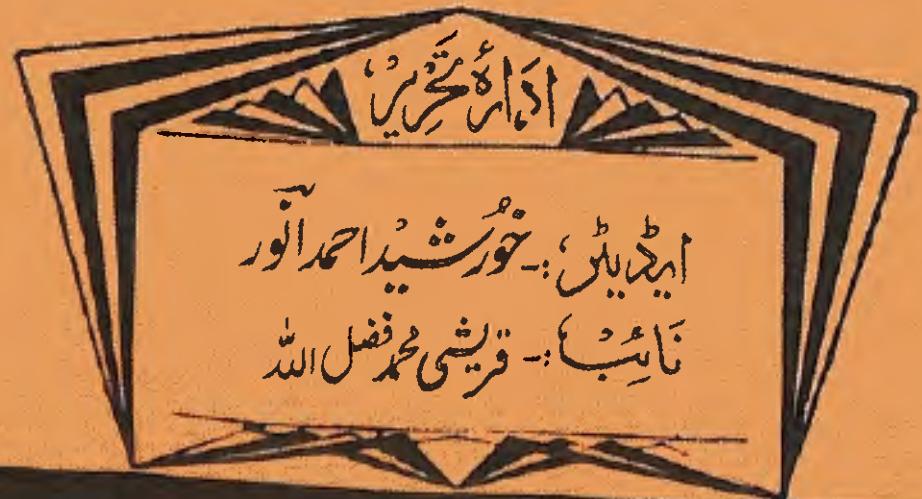
جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۷ء کے

چند رُوح پرور مناظر

۱:۔ جلسہ سالانہ ۱۹۸۷ء کے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہونے پر اجتماعی دُعا۔ ۲:۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سٹیج پر کارروائی سماعت فرماتے ہوئے۔ ۳:۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محترم چوہدری سعید احمد صاحب ایڈیشنل ناظر بیت المال آمد قادیان۔

۴، ۵:۔ جلسہ گاہ میں لوائے احمدیت کے ساتھ لہراتے ہوئے مختلف ممالک کے پرچم۔ ۶:۔ جلسہ سالانہ ۱۹۸۶ء کا ایک پر کیف فضائی منظر۔

نوٹ:۔ تصاویر کی فراہمی کے لئے ادارہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مدظلہ العالی محترم چوہدری سعید احمد صاحب درویش اور محترم فضل الٰہی خان صاحب درویش کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ جزاہم اللہ

۱

۳ - ۲

۵ - ۴

۶

ہفت روزہ بدر قادیان

جلسہ سالانہ نمبر

۲۵ ربیع الثانی ۳ جمادی الاوّل ۱۴۰۸ ہجری

مطابق

۱۷/۲۴ فتح ۱۳۶۶ ہش

۱۷/۲۴ دسمبر ۱۹۸۷ عیسوی

جلد: ۳۶ | شمارہ: ۵۱/۵۲

شرح چندہ

سالانہ ــــــ ۴۵ روپے
ششماہی ــــــ ۲۳ روپے
ممالک غیر بذریعہ بحری ڈاک ــــــ ۱۶۰ روپے
فی پرچہ ــــــ ایک روپیہ
خاص نمبر ــــــ تین روپے

اداریہ

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

"بہار آئی ہے اس وقتِ خزاں میں"

خوش نصیب ! کہ بے شمار افضال و برکاتِ سماوی سے معمور جلسہ سالانہ کے وہ پُر کیف ایام ایک بار پھر ہماری زندگی میں آئے جن کا تر سیدہ نگاہوں کو انتہائی بے چینی اور بے تابی سے انتظار تھا۔ آج پھر ابراہیمی طیور مامورِ وقت کی آواز پہ والہانہ لبیک کہتے ہوئے مرکزِ احمدیت میں جمع ہوئے ہیں جن کے دم قدم سے گلشنِ احمد میں ہر طرف بہار کی رنگینیاں بکھری ہوئی ہیں۔ دلوں کی کلیاں چٹک رہی ہیں اور اُن کے صدق و وفا کی بھینی بھینی خوشبو سے ساری فضا معطّر ہے۔ رحمتِ باری سے معمور ان مقدس ساعتوں میں جذبۂ تشکر و امتنان سے سرشار ہمارے دل بارگاہ ربّ العزّت میں سجدہ ریز ہیں اور زبانیں سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کے اس وجد آفریں شعر کی روحانی حلاوتوں سے لطف اندوز ہو رہی ہیں ؎

بہار آئی ہے اس وقتِ خزاں میں
کھلے ہیں پھول میرے بوستاں میں

کتنی مبارک ہوگی وہ گھڑی جب مامورِ زمانہ نے اس مقدس روحانی اجتماع کی بنا ڈالی اور کس قدر مسعود ہوگی وہ ساعت جب خدا کے برگزیدہ بندے نے اس اجتماع میں شمولیت اختیار کرنے والوں کے لئے اپنے مولیٰ کے حضور یہ عاجزانہ اور متضرعانہ دعائیں کی تھیں:

ہر ایک صاحب جو اس للہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دُور فرماوے اور اُن کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔ اور ان کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اٹھاوے جن پر اُس کا فضل و رحم ہے۔ اور تا اختتامِ سفر اُن کے بعد اُن کا خلیفہ ہو۔ اے خدا! اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکل کشا! یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت و طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔ (اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

اے مسیح محمدی کے مقدس مہمانو ہمارے دیدہ و دل تمہارے لئے فرشِ راہ ہیں کہ تمہارا مرکز احمدیت میں، آنا بذاتِ خود صداقتِ احمدیت کا ایک مہتم بالشان آسمانی نشان ہے۔ تم سفر کی صعوبتوں اور موسم کی سختیوں سے بے نیاز ہو کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کی خوشنودی کے حصول کے لئے مرکز احمدیت میں جمع ہوئے ہو اس لئے مامورِ وقت کی ان متضرعانہ دعاؤں کے مورد بننے کیلئے جلسہ سالانہ کی ان مہتم بالشان اغراض اور پاکیزہ مقاصد کو بھی اپنے ذہنوں میں مستحضر رکھو جو خود داعی اجتماع نے بایں الفاظ متعین فرمائے تھے کہ:۔

"اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کریں کہ اُن کے دل آخرت کی طرف بکلّی جُھک جائیں اور اُن کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔ اور وہ زہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔ اور انکساری اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو۔ اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔"

سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کی ان بیش قیمت اور زرّیں نصائح کی روشنی میں آیئے! ہم سب مل کر اس اجتماع کو اپنی دعاؤں، نیک تمناؤں اور پاکیزہ روحانی تبدیلیوں سے ایک ایسے عظیم اور مقدس روحانی اجتماع کا مثالی نمونہ بنا دیں جسے دیکھ کر سعید روحیں جماعت احمدیہ کی روایات اور تعلیم و تربیت کا نیک اثر لے کر جائیں۔ اور آئندہ آنے والوں کے لئے بھی یہ مثالی نمونہ رشد و ہدایت کی بے شمار نئی شمعیں روشن کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اغراض جلسہ کو بتمام و کمال پورا کرنے اور مامورِ زمانہ کی مقبول بارگاہِ الٰہی دعاؤں سے وافر حصہ پانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(خورشید احمد انور)

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۸ فتح (دسمبر) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بارہ میں موصولہ تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں کہ حضور پُرنور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں اور دن رات مہمات دینیہ کے سر کرنے میں ہمہ تن مشغول ہیں احباب کرام اپنے پیارے امام کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں فائز المرامی کے لیئے بالالتزام دعائیں کرتے رہیں۔

٭ ۔ مقامی طور پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان مع محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ اور درویشان کرام و احباب جماعت بفضلہ تعالیٰ خیر و عافیت سے ہیں۔ الحمدللہ

٭ ۔ جیسا کہ احباب جماعت کو علم ہے کہ پاکستان کے مختلف شہروں میں متعدد احمدی اسیرانِ راہ مولیٰ قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں یہ تمام افراد احباب جماعت کی خصوصی دعاؤں کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مخلصی اور نجات کی تدبیروں کو کامیاب کرے اور جب تک خدا کی تقدیر ہے انہیں استقامت اور دلی بشاشت کے ساتھ قربانی پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

میرزا محمد حافظ آبادی ایم اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ بدر قادیان

ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کمال استقامت

" یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے. کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرضِ خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا الہام یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں. ذلت پر خوش ہو جائیں. موت پر راضی ہو جائیں ...... اور چہ باداباد کہہ کر گردن کو آگے کر دیں اور قضاء و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے. یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے. یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶)

خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو

" نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو. دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو. درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے. اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضبِ الٰہی ہو. اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے. اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آ جاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا. خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے. لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے۔

(الوصیۃ ص۷)

زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی

" ضرور ہے کہ انواعِ رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے. سو خبردار رہو. ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ. زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے. جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے. اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا. سو تم اس کو مت چھوڑو. اور ضرور ہے کہ تم دُکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ. سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو. کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں. اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو. اور گالیاں سنو اور شکر کرو. اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو. تم خدا کی آخری جماعت ہو. سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو. ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا. اور حسرت سے مرے گا. اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا. دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے. وہ اس کے پاس آ جاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے. جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۲-۲۳)

میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔

" صادق تو ابتلاؤں کے وقت بھی ثابت قدم رہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ آخر خدا ہمارا ہی حامی ہوگا .... یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں. مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں. میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا. میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں. کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا؟ کبھی نہیں چھوڑے گا. کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا. دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندے کو ہر میدان میں فتح دے گا۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۲۱-۲۲)

خطبۂ جمعہ

تضادات کی شکار موجودہ سوسائٹی کے زندہ رہنے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے!

ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات ہے جو تمام دُنیا کیلئے امن کی ضمانت دے سکتی ہے

اگر آپ آنحضورؐ کی سیرت کو اپنے دلوں میں اتار لیں تو نا ممکن ہے کہ خدا آپ کو ہلاک ہونے دے

کیونکہ

ہر چیز ممکن ہے مگر حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مقدر میں شکست ممکن نہیں!!

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۹ راخاء ۱۳۶۶ ہش (اکتوبر ۱۹۸۷ء) بمقام واشنگٹن۔ ڈی سی۔ امریکہ

محترم عبد الحمید غازی صاحب ۱۶ گریسن ہال روڈ لندن کا مرتب کردہ یہ روح پرور اور بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ بدر کلیتاً اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے (ایڈیٹر)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور اقدس نے فرمایا:-

اس وقت امریکہ کو دنیا میں ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور امریکہ خود بہت ہی

گہرے اور بنیادی تضادات کا شکار

ہے ایک پہلو سے امریکہ کی اہمیت مشرقی خطے کے مقابل پر یعنی روسی اور دیگر اشتراکی ممالک کے بلاک (BLOCK) کے مقابل پر مختلف زاویوں سے دیکھی جا سکتی ہے۔ ایک تو امریکہ اشتراکی نظام کے مقابل پر دنیا کو ایک استحکام مہیا کرنے کا دعویدار ہے۔ اور اُس اقتصادی نظام کے مقابل پر، جو اشتراکیت پیش کرتی ہے۔ کوئی بہتر اقتصادی نظام پیش نہیں کرتا۔ تو سب سے پہلا تضاد جو اس ملک کے اندر دکھائی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نظام کے مقابل پر باقی بنی نوع انسان کی آزادی اور تحفظ کی ضمانت دینے کے باوجود اُن کو اس سے بہتر تسلی بخش دلوں کو اور ذہنوں کو مطمئن کرنے والا کوئی نظام نہیں دیتا۔ اور جو نظام بھی دیتا ہے وہ ایک طرف سے پیدا ہونے والے اطمینان کو کھانا شروع کر دیتا ہے۔ جو اطمینان اس عمومی تحفظ کے نتیجے میں باہر کی دنیا کو ملتا ہے کہ ہم اشتراکی نفوذ کے مقابل پہ تمہاری حفاظت کریں گے۔ ایک قسم کا امن دیتا ہے اور دوسری طرف سے اقتصادی بدنظمی اور بدحالی کے نتیجے میں وہی امن اندر سے کھایا جاتا ہے۔ جس طرح گندم کو گھن لگ جاتا ہے۔ آپ کسی غریب کی بھوک مٹانے کے لئے وعدہ کریں کہ میں تمہیں گندم کے پہاڑ دوں گا اور وہ پہاڑ ایسے دیں کہ جن میں سے ہر دانے کے اندر کیڑا لگا ہوا ہو اور اندر سے اُس کو کھا چکا ہو۔ تو بہت ہی بڑا اور خوفناک تضاد ہے۔ اور اب تک امریکہ نے اپنے مسائل کو حل کرنے کی جتنی بھی کوششیں کی ہیں اس تضاد کو وہ حل نہیں کر سکے۔ اس تضاد کو حل کرنے کے لئے جو متبادل طریق ان کے ذہن میں آئے اور ان کو انہوں نے نافذ IMPLEMENT کرنے کی کوشش کی، ان کی بحث میں میں اس وقت نہیں جانا چاہتا۔ لیکن ان کے گہرے، تفصیلی مطالعہ کے نتیجے میں میں یقین کے ساتھ آپ کو بتا سکتا ہوں کہ وہ ہر کوشش جو امریکہ نے اس تضاد کو دور کرنے کے لئے کی ہے، وہ خود تضادات کا شکار ہے۔ اور اُس کی کامیابی کا کوئی امکان دکھائی نہیں دیتا۔

دوسری طرف جب ہم اس پہلو سے امریکہ کا جائزہ لیتے ہیں کہ ایک بے خدا نظام کے مقابل پر خدا والوں کو امن کی ضمانت دیتا ہے تو بے اختیار دل امریکہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کا ممنون ہوتا ہے کہ باہر کی دنیا کے لئے کم سے کم یہ ضمانت ضرور ہے کہ زبردستی کوئی بے خدا نظام ان پر نہیں ٹھونسا جائے گا۔ دنیا کی بہت بڑی خدمت ہے اور مذاہب کو بہت بڑا تحفظ ہے جو امریکہ اس پہلو سے مہیا کرتا ہے۔ دوسرے پہلو سے دیکھیں تو

مذاہب کی روح کو کھا جانے والے جتنے بھی ایسے محرکات ہیں

ایسے خوفناک عوامل ہیں جو مذہب کی روح کو چاٹ جاتے ہیں اور اخلاق کی بنیادیں ہلا دیتے ہیں، وہ سارے عوامل امریکہ میں پیدا ہو رہے ہیں اور وہ سارے مضرات امریکہ سے باہر کی دنیا میں پھیلتے جا رہے ہیں۔ خود امریکہ کی سوسائٹی بھی خدا کی طرف منسوب ہونے کے باوجود عملی طور پر خدا سے اتنا دور ہوتی چلی جا رہی ہے کہ جو شائبہ خدا کی طرف منسوب ہونے کے نتیجے میں اعمال میں ملنا چاہئے، ایک تصور سا، ایک جھلکی سی دکھائی دینی چاہئے۔ وہ دن بدن زائل، اور عنقا ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہر اخلاقی خرابی کی جڑیں امریکہ کی آزاد تہذیب میں وابستہ ہیں۔

پس ایک طرف سے جو امن دیا دوسرے ہاتھ سے وہ امن بھی واپس لے لیا۔ پھر ایک طرف سے جو امن دیا دوسرے ہاتھ سے وہ امن بھی واپس لے لیا۔ اور اس تضاد کا بھی ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ ان کے مفکر جو ان مسائل پر غور کرتے رہتے ہیں اُن کے سامنے یہ مسائل موجود ہیں

اور بہت سی بین الاقوامی کوششیں ایسی نظر آتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بالارادہ منصوبے بنا کر ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مگر جتنے بھی ایسے منصوبوں کا میں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا اور جو لٹریچر امریکہ کی طرف سے مختلف ایجنسیوں کے نام پر یا مختلف مصنفین کے نام پر ان مسائل کو حل کرنے کے لئے بظاہر آزادانہ شائع کروایا جاتا ہے اس کا بھی میں نے جائزہ لیا۔ تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ کوشش بھی خود مزید تضادات کا شکار ہے۔

ایسی سوسائٹی جو اس قسم کے تضادات کا شکار ہو چکی ہو اس کے زندہ رہنے اور پنپنے کے بظاہر کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ لازماً کچھ ہونا ہے۔ لازماً خدا کی تقدیر کچھ ایسی باتیں ظاہر کرے گی جس کے نتیجے میں یہ فرسودہ نظام مٹتے ہیں اور اس کے سوا کوئی چارہ دکھائی نہیں دیتا۔ صرف فیصلہ کن امر یہ ہے کہ یہ نظام کیسے مٹیں گے؟ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ اب تو نہ مشرق سے کوئی امید رہی نہ مغرب سے کوئی امید رہی اور جہاں تک مذہبی نکتہ نگاہ کا تعلق ہے ایسی کوئی قوم دکھائی نہیں دے رہی جو خالصتاً اللہ اور بنی نوع انسان کے تعلق کی بناء پر کوئی منصوبہ رکھتی ہو۔ اور اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہی ہو۔ دنیا کے سیاسی نقشے پر آپ نگاہ ڈال کر دیکھیں، خواہ عیسائی دنیا کا سیاسی نقشہ ہو خواہ اسلامی دنیا کا سیاسی نقشہ ہو یا دہریہ دنیا کا، یا اور مذاہب کے نام پر منسوب ہونے والے سیاسی نقشے ہوں۔ آپ کو کہیں

کوئی بھی نجات کا دروازہ دکھائی نہیں دے گا۔

بلکہ ان بڑے تضادات کو جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ ہر چھوٹی قوم مزید شکار ہو چکی ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ ہمیں کیا رخ اختیار کرنا ہے۔ چنانچہ آپ کو بسا اوقات یہ دکھائی دے گا۔ کہ بعض لوگ امریکہ، جس کو آزاد دنیا کہا جاتا ہے۔ کے حالات سے غیر مطمئن ہو کر، مشرق میں پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض جو مشرق کو قریب سے دیکھتے ہیں اور مشرقی طاقتوں کے متعلق ان کے تصورات میں تبدیلی پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔ تجربہ ان کو بتاتا ہے کہ یہ بھی نہایت خطرناک اور مہلک تعلق ہیں۔ جو کوئی بھی فائدہ عطا نہیں کریں گے تو پھر وہ وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں اور مغرب کا رخ اختیار کرتے ہیں۔ کچھ ممالک ایسے ہیں جو مستقل یا ایک کا حصہ بن گئے یا دوسرے کا حصہ بن گئے اور جو ملک جس نظام کا حصہ بنا اس نے اپنے مذہب کو بھی وہی رنگ عطا کر دیا۔ چنانچہ ایک ہی مذہب مختلف رنگوں میں دکھائی دینے لگا۔ اسلامی دنیا کا حال آپ دیکھ لیجئے۔ آپ کو اسلام لیبیا میں اور شام (SYRIA) میں نہایت ہی سرخ دکھائی دے گا۔ اور یہی اسلام سعودی عرب اور ایران میں مختلف رنگوں کا سبز دکھائی دے گا۔ کچھ ممالک ایسے ہیں، جنہوں نے بغیر مذہب کے، یکطرفہ تعلق کو قبول کر لیا۔ اور ایک طاقت کے اوپر گویا ٹیک لگا لی۔ کچھ ایسے ہیں جنہیں آج تک اپنی بنیادی تشخیص کی ہی توفیق نہیں ملی۔ جہاں تک ایران کا تعلق ہے۔ ایران نے یہ حل نکالنے کی کوشش کی کہ نہ ہم مشرق سے تعلق رکھیں نہ ہم مغرب سے تعلق رکھیں اور جس چیز کو ہم اسلام سمجھتے ہیں اسے دنیا کے سامنے آزادانہ پیش کریں۔ تاکہ اس کے اوپر کسی بڑے بلاک (BLOC) کا اثر دکھائی نہ دے۔ لیکن بدنصیبی سے جس کو انہوں نے اسلام سمجھا اور جو اسلام دیکھا اور اسلام کے طور پر پیش کیا وہ خود اپنی ذات میں ایک تنگ تصور ہے۔ جو ہرگز دنیا کو مطمئن نہیں کر سکتا تو آپ بڑی دیانتداری سے اور آفاقی نظر سے دیکھیں تو دنیا کے کسی خطے میں، مستقبل کے امن کی کوئی ضمانت دکھائی نہیں دے گی۔ اور کوئی ایسے آثار دکھائی نہیں دیں گے جن پر بناء کرتے ہوئے ہم ہوشمندانہ طور پر امید رکھ سکیں کہ ہاں آئندہ کسی وقت یہ حالات تبدیل ہو جائیں گے۔ آپ ہی صرف ایک یعنی جماعت احمدیہ اور اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے جس سے

دنیا کے مستقبل کا امن

وابستہ ہے۔ عقلی طور پر وابستہ ہو سکتا ہے اور یہ امکان موجود ہے۔ کہ اگر جماعت احمدیہ دنیا میں پھیلے تو اس کے ساتھ ہر قسم کے امن کا تحفظ دنیا میں پھیلے گا۔ اور ہر قسم کے تضادات دور ہونے کا ایک سلسلہ جاری ہو جائے گا۔ یہ دعویٰ بہت بڑا دعویٰ ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ہر احمدی اپنی شخصیت کے اندر اس دعوے کو جانچ سکتا ہے۔ احمدیت نے اسے کیا شخصیت عطا فرمائی ہے۔ ایک انتہائی متوازن شخصیت۔ جو خالصتاً انصاف پر ہی مبنی نہیں۔ بلکہ اپنا حق چھوڑ کر دوسرے پر احسان کرنے کے رجحان پر مبنی ہے ایک ایسی شخصیت جو خالصتاً اللہ سے محبت رکھنے والی اللہ کی محبت چاہنے والی ہے ایک ایسی شخصیت جو واقعۃً بنی نوع انسان کی ہمدردی رکھتی ہے مشرق سے بھی محبت رکھتی ہے، مغرب سے بھی محبت رکھتی ہے۔ نہ امریکہ میں رہتے ہوئے امریکن احمدی کو روس سے دشمنی ہے بلکہ روسی انسان اس کو اسی طرح پیارا ہے جس طرح مغرب میں بسنے والا کوئی انسان۔ نہ مشرقی، اشتراکی دنیا میں بسنے والے آدمی کو امریکہ سے کوئی دشمنی ہے بلکہ امریکہ کا انسان اسے اسی طرح پیارا ہے جس طرح مشرق میں بسنے والا انسان۔ ایک عالمی شخصیت وجود میں آ رہی ہے ایک بین الاقوامی روح ترقی کر رہی ہے جس کا تمام تر مدار خالص تقویٰ پر ہے، انصاف پر ہے۔ انسانی ہمدردی پر ہے۔ اور یہ روح اللہ کے تعلق کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب تک خدا کا تعلق غالب نہ رہے، ہماری زندگی کے ہر فیصلے میں فیصلہ کن نہ بن جائے اس وقت تک یہ مزاج پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اسی وجہ سے جماعت احمدیہ کو دنیا میں آج یہ استثناء حاصل ہے کہ جماعت احمدیہ کے سوا اور کسی کو خدا کا وہ تعلق نصیب نہیں ہے جس کے نتیجے میں ایک ایسی انسانیت وجود میں آئی ہے۔ جو تمام انسانوں کے درمیان سانجھی ہو جاتی ہے جو سب سے پیار کرنے والی ہوتی ہے۔ سب کا بھلا چاہتی ہے اور اس کے نتیجے میں قربانیاں دیتی چلی جاتی ہے۔

یہ وہ مضمون ہے جس کا آغاز ہمیشہ نبوت کے ساتھ ہوا۔

ساری تاریخ مذہب کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے آپ کو اس مضمون کا آغاز نبوت کے بغیر کہیں دکھائی نہیں دے گا۔ چنانچہ عجیب بات ہے کہ وہ لوگ، جو دنیا کے سب سے زیادہ ہمدرد ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ پیار کرنے والے ہوتے ہیں، وہ جن کی ذات کے ساتھ دنیا کی نجات وابستہ ہو جاتی ہے۔ سب سے زیادہ دنیا انہی سے دشمنی کرتی ہے۔ لہٰذا ہر اس بات میں بھی ایک تضاد دکھائی دے رہا ہے جو وجود رحمۃ للعالمین بن کے آیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ دنیا نے اسی سے دشمنی کی ہے۔ یہ دعویٰ ایک وسیع آفاقی نظر سے جانچنے کے نتیجے میں کھل کر سامنے آتا ہے۔ عموماً مسلمان عرب میں ہونے والی ان دشمنیوں کے ذکر تک اسے آپ کو محدود کر دیتے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے زمانے میں خصوصاً مکی دور میں اور بعد میں بارہا مدنی دور میں بھی مسلمانوں کے مقابل پر ظہور پذیر ہوئی۔ اس دشمنی کا اثر شدید تھا اور بڑے ہی دردناک مناظر ہمارے سامنے آتے ہیں لیکن دائرہ محدود تھا۔ اور کچھ عرصے کے لئے تھی۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ آفاقی نظر سے مطالعہ کر کے دیکھیں تو دنیا نے کسی نبی کو، دنیا کے باقی مذاہب نے اتنی گالیاں نہیں دیں جتنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں۔ ساری عیسائی اور یہودی تاریخ ساری، ہندو تاریخ اور دیگر مذاہب کی تاریخ اس بات سے بھری ہوئی ہے۔ آخر ہندوؤں سے پہلے یہودیوں سے بھی تو اختلاف ہیں۔ عیسائیوں سے بھی اختلاف ہیں، دوسرے دیگر مذاہب سے بھی اختلاف ہیں۔ مگر مجھے کوئی ایک ہندو کتاب اٹھا کر دکھا دیجئے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی گئی ہوں یا حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی گئی ہوں۔ جو بد بخت ان میں سے لکھنے والا اٹھتا ہے، یعنی مذہب کے معاملہ میں لکھنے والا، وہ

دنیا کی سب سے مقدس ذات

سب سے زیادہ جس ذات کو اپنے ظلم اور اپنے دل کے تعصب کا نشانہ بناتا ہے۔ ایسی ایسی ظالمانہ کتابیں ہیں کہ خون کھولنے لگتا ہے۔ انسان چند صفحے مطالعہ نہیں کر سکتا۔ پھر آپ عیسائی دنیا کے لٹریچر کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے وہ یہود جن سے سب سے زیادہ ضرر ان کو پہنچا آغاز عیسائیت سے وہ یہود جو مسیحؑ کی صلیب کا موجب بنے، ان کی سب تکلیفوں کو کلیتہً بھلایا جا چکا ہے۔ گزشتہ سینکڑوں سال سے جو عیسائی مصنف اٹھتا ہے وہ اسلام کو اپنے مظالم کا نشانہ بناتا ہے۔ اور حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو خصوصیت کے ساتھ اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ یہودی کتب اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کا ایک فوری مقابلہ تھا اس وقت جو بعد میں پھیلتا چلا گیا۔ اور وہ مقابلہ جس کا آغاز حضرت عیسیٰؑ کے دعوے کے ساتھ ہوا تھا وہ آج تک اسی طرح جاری رہنا چاہیئے۔ مگر عیسائی اور یہودی POLARISATION یہ مد مقابل جو مورچہ بندی ہے یہ آپ کو وہاں دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن یہودیوں کا رخ بھی اسلام کی طرف اور خصوصیت سے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں، قرآن کریم کی تعلیم سے واقف سبھی لوگ جانتے ہیں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے واقف سبھی لوگ جانتے ہیں۔ کہ ان سے زیادہ بنی نوع انسان کا ہمدرد وجود نہ پیدا ہوا نہ ہو سکتا ہے عقلاً، ممکن نہیں کہ کوئی انسان ان حدوں سے تجاوز کر جائے جو نیکی اور رحمت کی حدیں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھو لیں تھیں۔ پھر یہ تضاد کیوں ہے؟ کیوں ایسے انسان کی دشمنی کی جاتی ہے۔

اس کے مختلف محرکات بھی ہیں اور مختلف فلسفیانہ پس منظر بھی ہیں اور

یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے۔

لیکن اس کے صرف ایک پہلو کی طرف میں آپ کو آج متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ خدا ان لوگوں سے، جو اُسے سب سے زیادہ پیارے ہوں۔ اور پھر ان لوگوں سے جو بنی نوع انسان کے لئے سب سے زیادہ پیارے وجود بننے والے ہوں، جو بنیادی صلاحیتیں رکھتے ہوں کہ بنی نوع انسان کے آئندہ سب سے زیادہ محبوب بننے والے ہوں۔ ان سے یہ سلوک کیوں ہونے دیتا ہے! ایک حکمت اس کی یہ ہے کہ دعوے پرکھے جاتے ہیں۔ اور آزمائش کی چکی میں سے گزر کے دعووں کی حقیقت روشن ہوا کرتی ہے۔ بے شمار انسان ہیں جو کسی اور انسان سے تعلق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر اس دعوے کو پرکھا نہ جائے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون اپنے دعوے میں سچا ہے اور کون اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور فرضی دعوے کر رہا ہے۔ آپ ایک دوست سے دوستی کا تعلق رکھتے ہیں وہ آپ پر جان نچھاور کرنے کی باتیں کرتا ہے۔ آپ اس پر جان نچھاور کرنے کی باتیں کرتے ہیں لیکن ایک وقت آپ کو اچانک کوئی مشکل پیش آجاتی ہے۔ آپ اس کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں وہ بہانے بنا دیتا ہے اور کئی قسم کے عذر پیش کرتا ہے۔ اس وقت آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے دعوے فرضی تھے اور یہ آزمائش روزمرہ کی زندگی میں چلتی چلی جا رہی ہے۔ مشکل کے وقت باپ کو اپنی اولاد کی محبت کا پتہ چلتا ہے۔ مشکل کے وقت اولاد کو اپنے ماں باپ کی محبت کا پتہ چلتا ہے۔ دوستوں کی دوستی پرکھی جاتی ہے۔ محبت کرنے والوں کے محبت کے دعوے پرکھے جاتے ہیں۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ امتحان جتنا شدید ہوتا چلا جائے اتنا ہی زیادہ کسی دعوے کی صداقت نمایاں طور پر کھل کر اور روشن طریق پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ کلیتہً ہر حالت میں کسی کا ہو رہنے کا دعویٰ، یہ محض ایک فرضی دعویٰ ہے۔ انسان میں یہ طاقت نہیں ہے۔ آزمائش اگر بہت بڑھ جائے تو پھر انسان ہر دوسرے کو چھوڑتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے کہ آخر پر صرف نفس باقی رہ جاتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ کون سی ایسی آزمائش ہے جس کے اندر یہ امتحان مکمل ہو جائے گا۔ ایک باپ اپنی بیٹی کے لئے جان قربان کر دیتا ہے اور آپ کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو اس نے تو اپنا نفس قربان کر دیا۔ لیکن

قرآن کریم اس مضمون کو ایک اور رنگ میں پیش فرماتا ہے

کہتا ہے کہ بعض ابتلاء ایسے خطرناک ہوتے ہیں کہ کوئی جان کسی دوسری جان کے لئے قربانی کے لئے تیار نہیں رہتی۔ جتنے ابتلاء بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ جتنی تکلیف کی شدت اونچی ہوتی چلی جاتی ہے اتنا ہی زیادہ نکھر کر یہ معاملہ سامنے آتا چلا جاتا ہے کہ کس حد تک کوئی کس سے پیار کرتا تھا۔ کس حد تک کوئی کسی سے محبت رکھتا تھا اور قربانی کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب بنی نوع انسان خدا کی پکڑ کے نیچے ہوں گے۔ وہ ایسا سخت دن ہوگا۔ کہ کوئی ماں اپنے بچے کے لئے قربانی کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ بلکہ تمنا کرے گی کہ کاش میرا بچہ پکڑا جائے اور میں بچ جاؤں۔ کوئی بچہ اپنے ماں باپ کے لئے قربانی کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ اور یہ تمنا کرے گا کہ کاش میرا باپ، میری ماں پکڑی جائے اور میں اس مصیبت سے بچ جاؤں کوئی بہن اپنے بھائی کے لئے قربانی کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ پس امتحان کا معیار بلند کردیں۔ سختی کا معیار بلند کردیں تو اُس وقت پتہ چلتا ہے کہ کون کس کا ہے۔ ایک حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جو ہر خطرناک امتحان سے پوری گزرنے کے بعد بھی خدا کے نزدیک اس لائق ٹھہری کہ ہر بڑی سے بڑی تکلیف کے وقت وہ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اور دوسروں کی ہمدردی میں اپنے نفس کو قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔

یہی وہ گہرا فلسفہ ہے جس کے نتیجے میں آپؐ کو شفیع بنایا گیا ہے۔ لوگ بڑے آرام سے، ہلکے سے منہ سے کہہ دیتے ہیں۔ شفیع ہیں دنیا کے، اور ہم گنہگاروں کے گویا بڑی آسانی سے شفاعت نصیب ہو گئی ہے۔ خدا نے کہہ دیا تو شفیع بن گیا۔ تو وہ شفیع ہو گئے۔ حالانکہ ان انعامات میں، ان عظیم مقامات میں، جو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ اُن کے پیچھے بھی گہری حکمتیں ہوتی ہیں۔

خدا کا کوئی فیصلہ بھی حکمت سے خالی نہیں

تمام بنی نوع انسان کا شفیع اس کو بنایا جس کے متعلق جانتا تھا اور جانتا ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کا سب سے زیادہ ہمدرد ہے۔ اور تکلیفوں میں پڑ کر اس کی سچائی کھل کر نکھر کر سامنے آچکی تھی۔ تمام دنیا نے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تمام مظالم کا نشانہ بنانا تھا۔ ان میں سے کچھ نمونے آپ نے دیکھے تھے اور بہت سے ایسے تھے جو آپؐ کو بتائے گئے تھے اور قرآن کریم نے اس کی پیشگوئیاں کیں اور ملائکۃ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تفصیل سے آگاہ فرمایا کہ ایسی بدبخت قومیں ہیں جنہوں نے تجھے اپنے مظالم کا نشانہ بنانے کے لئے چن لیا ہے۔ اور صدیوں تجھے بعد مدد ہاں گزرتی چلی جائیں گی اور وہ تیرے اوپر گند اچھالتے چلے جائیں گے۔ اور تیرا انکار کرتے چلے جائیں گے۔ تیری تکذیب کرتے چلے جائیں گے۔

یہ خبریں خصوصیت کے ساتھ سورہ کہف میں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی بہت سی تفاسیر مختلف مواقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئیں۔ جب یہ بتایا گیا کہ اس کے نتیجے میں بالآخر یہ قومیں ہلاک ہوں گی تو اس وقت حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی جو حالت ہوتی اُس کا ذکر قرآن کریم ان الفاظ میں فرماتا ہے۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا (الکہف ۱۸:۷)

کہ اے محمدؐ! تیرے دل کا کیا حال ہے۔ ہم تجھے ان قوموں کے عذاب کی خبر دے رہے ہیں جو تیری مخالفت پر تلی بیٹھی ہیں اور ہزار سال، بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر وہ تیری مخالفت پر وقف ہو جائیں گے۔ تیرے دین کو مٹانے کی کوشش کریں گے۔ اور جب ہم یہ خبر دیتے ہیں کہ خدا ان کو ہلاک کرے گا۔ تو تیرے دل کا کیا حال ہے۔ تو کیا اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا۔ کہ یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔

یہ وہ دل تھا جو کل عالم کا شفیع بننے کا اہل تھا

یہ وہ دل تھا جسے رحمۃ للعالمین قرار دیا گیا۔ پس وہ ساری پیشگوئیاں جو قرآن کریم میں اسی پاک وجود کی مخالفت کے نتیجہ میں دنیا کے ہلاک ہونے کے متعلق موجود ہیں، ہم اُس دور سے گزر رہے ہیں۔ وہ حالات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں جو مستقبل کی باتیں تھیں وہ آج حال بن چکی ہیں اور اس بنتی ہوئی اور قوموں کی بگڑتی ہوئی تاریخ کو ہم اپنی آنکھوں سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس تاریخ کو بگاڑنے والے دور میں سے آج ہم گذر رہے ہیں اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک دل کی نمائندگی ہمیں عطا ہوئی ہے۔ اور یہ نمائندگی نہیں ہو سکتی جب تک اپنے دلوں کو رحمت کی آماجگاہ نہ بنالیں۔ جب تک وہی جذبہ اپنے دل میں پیدا نہ کریں جس طرح مائیں اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہیں آپ اس جذبے کی پرورش نہ کریں۔ اس وقت تک نہ آپ حقیقی معنوں میں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ بن سکتے ہیں نہ حقیقی معنوں میں آپ کو وہ اختیار نصیب ہوگا۔ وہ قوت عطا ہوگی۔ خدا کی قدرت کی وہ تائید ملے گی کہ جس کے نتیجے میں آپ حقیقۃً عملاً بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اس دنیا کو پہنچا سکیں گے۔ اور اس دنیا کو ہلاکت سے بچا سکیں گے۔ یہ وہ خلاصہ ہے مضمون کا جو امریکہ کے حالات دیکھ کر اور بنی نوع انسان کے حالات دیکھ کر میرے دل میں اُبھرا اور میں نے سوچا کہ یہ تو ایسے ایسے خطرناک حالات ہیں اور ایسے وسیع پیمانے پر ہیں اور اتنی بڑی قوتوں کے پہاڑ ہمارے مقابل پر کھڑے ہیں کہ ہم ان کے مقابل پر بالکل بے بس ہیں۔ پھر جب اس کے متعلق دل میں شدید کرب اور بے چینی پیدا ہوئی تو ظاہر ہے کہ انسان پھر نظر اپنے بڑوں کی طرف اٹھاتا ہے۔ جب بھی مصیبت میں پڑتا ہے میری نظر حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتقل ہوئی۔ آپ کے حالات کا جائزہ لیا تو اس وقت مجھے سمجھ آئی کہ دنیا کی نجات جس طرح کل آپ کی ذات سے وابستہ تھی آج بھی ہماری ذات سے نہیں بلکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات سے وابستہ ہے۔

اس ذات کو اپنی ذات میں اتارنا پڑے گا۔ وہی ایک ذات ہے جو آپ کو بچا سکتی ہے۔ اور وہی ایک ذات ہے جو تمام دنیا کے لئے امن کی ضمانت دے سکتی ہے۔ اُس ذات کو تمام دنیا میں منتشر کرنا پڑے گا۔ اس کا عکس ہر دل میں اتارنا پڑے گا۔ یہ وہ رستہ ہے جس کے سوا کوئی نجات کا رستہ نہیں۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور خصوصیت سے اس پاکیزہ رحمۃ للعالمین کے رجحان کو آپ اپنے دلوں میں سمائیں اور اُس کی حفاظت اور اس کی پرورش کریں تو ناممکن ہے کہ خدا آپ کو ہلاک ہونے دے۔ ناممکن ہے کہ یہ جذبہ کسی اور نفرت کے جذبے سے شکست کھا جائے۔ ہر چیز ممکن ہے لیکن محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مقدر میں شکست ممکن نہیں اس لئے اس طاقت کے سرچشمے کے ساتھ کھڑے ہو جائیں اور اس سے آب پاشی ہیں جو سرچشمہ ہمیشہ کی فتح کے لئے ایک آب حیات کا مقام رکھتا ہے۔ لیکن یہ کہنا آسان ہے۔ جب ہم اس کی تفصیل میں جاتے ہیں تو پھر دل مزید ڈوبنے لگتا ہے۔ اور

کئی قسم کے خطرات سامنے آتے ہیں

اتنا تسکین بخش ہے یہ مضمون۔ لیکن مشکل بھی تو بہت ہے۔ عام دنیا میں آپ کسی کو اپنا ہیرو بنائیں۔ معمولی سی ذات ہو۔ ویسا بننے کی کوشش کریں۔ ساری عمر آپ گذار دیں گے پھر بھی بسا اوقات آپ میں سے اکثر ایسا نہیں بن سکیں گے۔ بعض لوگ اپنا ہیرو بناتے ہیں اُس کی آواز IMITATE (نقل) کرتے ہیں، اس کی طرز IMITATE کرتے ہیں اس کی نقالی کرتے ہیں۔ کہ ہم ویسے ہی ہو جائیں اور یہ ہیرو مختلف قسم کے ہیں۔ بائرن (BYRON) (۱۷۸۸-۱۸۲۴) ایک زمانے میں بڑا بدکردار نواب مشہور تھا مگر بہت اچھا شاعر تھا۔ وہ ہیرو بن گیا۔ وہ ہلکا سا لنگڑا کر چلا کرتا تھا اس پر انگلستان کے بڑے بڑے لارڈز اور جوٹی کے فیشن پرست لوگوں نے بھی لنگڑا کر چلنا شروع کر دیا۔ عجیب حال تھا۔ تو دنیا تو اپنے ہیروؤں کی خاطر لنگڑا کر چلتی ہے آپ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کیوں ابدی عشق اختیار کرنے کی کوشش نہیں کرتے اُس ذات کو اپنا ہیرو بنائیں۔ اُس جیسا بننے کی کوشش کریں اور یقین رکھیں کہ اس کی ہر ادا پیاری ہے۔ اس کی ہر ادا زندہ رکھنے کے لائق ہے۔ اور خدا ہر ادا کو لازماً زندہ رکھے گا۔ کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو مٹا دے انہی اداؤں میں آپ کی زندگی ہے اور انہی اداؤں کے ساتھ آج تمام دنیا کی زندگی وابستہ ہو چکی ہے۔

مشکل ہے لیکن محبت سے یہ مضمون آسان ہوتا ہے۔ تلقین سے آسان نہیں ہوگا۔ نصائح سے آسان نہیں ہوگا۔ پیار اور محبت سے آسان ہوگا۔ محبت ہو جائے تو لنگڑوں کی بھی نقالی کی جاتی ہے۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ایسا پیارا وجود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

کہ محمدؐ کی صداقت، اس کے حسن کی دلیل پوچھتے ہو۔ تو میرا جواب یہ ہے کہ

اس کے عاشق ہو جاؤ۔

محمدؐ تو خود اپنے حسن کی دلیل ہے

کبھی حسینوں کے متعلق بھی ثابت کیا جاتا ہے کہ کیوں حسین ہے۔ اُن کا حسن دلیل ہوا کرتا ہے۔ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مجسم حسن ہیں۔ تو دلیلوں کے ذریعے تم نہیں سمجھو گے۔ ہاں دیکھو اور عاشق ہوتے چلے جاؤ وہی جواب جو عارف باللہ نے اس وقت دیا تھا وہی جواب آج ہمارے لئے ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنانے کے تمام کٹھن مراحل آسان ہو سکتے ہیں اگر آپ اُس سیرت پر عاشق ہونا شروع کر دیں۔ اُس سے آگاہ ہوں۔ اُس کا گہری نظر سے مطالعہ کریں ایک دلی تعلق اور وابستگی پیدا کریں۔ درود میں کثرت کریں۔ اگر آپ اپنے روزانہ کے حالات پر غور کریں تو حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ پر اتنے احسانات ہیں۔ کہ کسی دوسرے مطالعے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اگر ضرورت ہے تو حسن میں مزید اضافے کے لئے ہے۔ ورنہ ہر روز آپ کی زندگی میں جو بھی نیکیاں ہیں، جو بھی آپ کے دل کی بھلائی ہے اور سیرت کا حسن ہے۔ کبھی آپ موازنہ کر کے دیکھیں، اُس کا ہر جزو، حضرت اقدس محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو ملا ہوا ہے۔

کوئی پیاری بات آپ کی ذات میں نہیں ہے جو بالآخر چشمۂ محمدیؐ سے نہ پھوٹتی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تو یہ احسان ہے کہ آپ نے اس چشمے سے پانی پیا، خالصۃً اس کے ہو گئے اور ہمیں بلا کر اس کی راہ دکھانے لگے لیکن اصل وہی ہے۔ سب سے حسن کا سرچشمہ حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس ضمن میں ایک آخری بات کہہ کر میں اس خطبے کو ختم کرتا ہوں۔ کہ روزانہ جب آپ نماز ادا کرتے ہیں تو سورۃ فاتحہ کی اس دعا میں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن ..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی التجا بھی شامل کر لیا کریں۔ جب آپ کہتے ہیں کہ اسے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تیری ہی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ تو بہت بڑا دعویٰ ہے۔ کیسے عبادت کریں۔ کس طرح وہ عبادت نصیب ہو۔ اُس کے لئے فرمایا ... اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن۔ تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ تیری مدد کے بغیر عبادت نصیب نہیں ہو سکتی۔ مگر

اصل پیغام اس دعا میں یہ ہے

کہ عبادت تو کرنا چاہتے ہیں مگر ویسی عبادت کرنا چاہتے ہیں جیسی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ کیونکہ تو نے خود اُسے عبد کا خطاب دیا ..... قام عبد اللہ۔ قرآن کریم نے سب سے بڑا لقب کسی نبی کو عطا کیا ہے وہ عبد اللہ کا لقب ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ محمدؐ عبد اللہ ہے۔ پس عبادت کا عبد کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ ایک ہی لفظ کی دو مختلف شکلیں ہیں۔ پس جب آپ کہتے ہیں اِیَّاکَ نَعْبُدُ تو اس میں یہ بات داخل کر لیا کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح تیری عبادت کی تھی ویسی عبادت ہم کرنا چاہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عشق کے ساتھ عبادت کی تھی۔ اور عشق از خود پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن، اے خدا، اس معاملے میں ہم بالکل نااہل اور بالکل صفر ہیں۔ ہماری کوئی حالت نہیں دعویٰ اتنا بلند اور اعمال ایسے کمزور صرف ایک سہارا ہے کہ عبادت کی توفیق بھی تجھ سے مانگیں۔ پس ہمیں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عبد بنا دے۔ اگر اس نیت سے آپ دعا کریں گے تو اللہ کی عبادت کا گُر بھی آپ کو نصیب ہو گا۔ اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق بھی آپ کو نصیب ہو گا۔ ایک ہی چیز کے دو نام بن جاتے ہیں آخر ان دو باتوں میں پھر کوئی تفریق نہیں رہتی۔ اس نیت سے اس مضمون کے مطابق اگر آج امریکہ کا ہر احمدی اپنی تربیت شروع کر دے اور اپنے بچوں کی تربیت شروع کر دے تو اتنی عظیم الشان طاقت آپ میں سے پیدا ہو گی کہ آپ

باوجود اس کے، کہ اب بھی خدا کے فضل سے اپنی نیکیوں کی وجہ سے ایک طاقت ہیں، آپ تصور نہیں کر سکتے کہ آپ کے اندر کتنی مزید طاقتوں کے امکانات موجود ہیں۔ امریکہ ایک ناقابل تسخیر قلعہ بن جائے گا۔ اسلام کے لئے دنیا میں ہلاکتیں پھیلانے کا ذریعہ نہیں رہے گا۔ بلکہ ساری دنیا کے لئے امن کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اگر امریکہ میں بسنے والے احمدی اس نسخے کو آزمائیں

اور اس کے اوپر ہمیشہ عمل کرنے کی کوشش کریں اور خالصۃً اللہ اور حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی ذات میں داخل کرنے کی کوشش کریں۔ کام آپ کو دیئے جاتے ہیں یہ کوئی مصنوعی حیثیت نہیں رکھتے۔ کوئی بیرونی تلقین کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ آپ کے دل سے آئیں گے آپ کے دل کی تمنا بنیں گے۔ پھر قربانیوں کے لئے جب آپ کو بلایا جائے گا۔ تو آپ یہ نہیں سمجھیں گے کہ باہر سے مجھے میری مرضی کے خلاف آواز دی جا رہی ہے۔ میں بیٹھنا چاہتا ہوں مجھے چلایا جا رہا ہے۔ میں چلنا چاہتا ہوں مجھے دوڑایا جا رہا ہے۔ بلکہ آپ کے دل کی کیفیت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی سی کیفیت ہو جائے گی۔ ربنا اننا سمعنا کی آواز آپ کے دلوں سے اُٹھے گی۔ اے خدا! وہ ولولہ پیدا ہو گیا ہے عشق محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجے میں اور تیرے پیار کے نتیجے میں کہ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں قربان گاہیں دکھائی جائیں۔ ہم ان موقعوں کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ ہم اُن نیکیوں کی تلاش میں ہیں جن کی طرف ہم بلائے جائیں اور ہم دوڑتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھیں۔

یہ وہ کیفیت ہے جو اس مضمون کے نتیجے میں لازماً نصیب ہوا کرتی ہے۔ اور یہ مقام اگر کسی جماعت کو عطا ہو جائے تو آپ دیکھیں گے کہ آپ نے پھیلنا ہی پھیلنا ہے۔ کوئی طاقت آپ کو روک ہی نہیں سکتی۔ کوئی دنیا کی قوت ایسی نہیں جو نظام قدرت کے قوانین پر غالب آ سکے۔ ایک چھوٹی سی بھاپ کی طاقت سے اُسے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک نوجوان لڑکے نے انجن ایجاد کر لیا۔ بھاپ سے چلنے والی مشینوں کا تصور منتقل ہوا اور ریلوے کا انجن ایجاد ہوا اور بہت سی مشینیں اس سے نکلیں اس کا خیال تھا کہ میں بھاپ کو، جو ابلتی ہوئی دیگچی سے نکل رہی ہے دبا کر دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ پہلے اُس نے آٹا لگایا۔ اس کو دبایا اس پر پتھر رکھے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر بلبلے نکلنے شروع ہو گئے پھر اس نے اور کوشش کی جو بوجھل چیزیں اس پر رکھی جا سکتی تھیں اس پر رکھ دیں۔ آپ اس پر کھڑا ہو گیا۔ لیکن پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک طرف سے اور زیادہ قوت کے ساتھ وہ بھاپ نکلنا شروع ہو گئی۔

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

خدا کی قسم، اُس بھاپ کی قوت سے سینکڑوں ہزاروں گنا زیادہ طاقتور ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت اس قوت کو دبا نہیں سکتی اگر یہ سچے طور پر آپ کے دلوں میں جاری ہو جائے۔ پھر آپ ایک مقام پر ٹھہر نہیں سکیں گے۔ دنیا آپ کی رفتاریں کیسے حائل ہو سکے گی۔ آپ کو لازماً بڑھنا اور پھیلنا ہو گا اور اس قوت پر آپ کا اپنا اختیار نہیں رہے گا۔ اس لئے میں یہی دعا کرتا ہوں اور یہی تمام امریکہ کو واشنگٹن سے میرا پیغام ہے کیونکہ یہ آپ کا ہیڈ کوارٹر ہے کہ اس سے بہتر نسخہ ان سارے مصائب کے علاج کے لئے اور کوئی معلوم نہیں، نا ممکن ہو سکتا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اس نسخے پر عمل پیرا ہو جائیں اور پھر ساری ترقیات کے مراحل ہم پر خود بخود آسان ہوتے چلے جائیں گے۔ اللہ کرے کہ جلد تر ہمیں یہ مقام نصیب ہو۔

خطبہ ثانیہ:۔

آج نماز جمعہ اور نماز عصر کے بعد

کچھ مرحومین کی نماز جنازہ غائب

ہوگی۔ سب سے پہلے تو ایک بہت ہی تکلیف دہ خبر بنگلہ دیش سے ملی ہے کہ مولوی محمدؐ صاحب سابق امیر بنگلہ دیش ۵ ر اکتوبر کو بعمر ۸۵، ۸۶ سال وفات پا گئے ہیں۔ بہت ہی مخلص فدائی احمدی تھے اور جب تک صحت نے اجازت دی، ایک بڑی عمر کے باوجود، چند مہینے پہلے تک یہ امیر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ جب میں نے دیکھا کہ اب ان کے لئے ناممکن ہوگیا ہے۔ بہت ہی زیادہ کمزور ہوگئے تھے اور تکلیف میں تھے تو پھر امارت کو تبدیل کیا گیا۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک مقدر ہی تھا، کیونکہ بہت جلد، چند مہینے کے بعد ہی اُن کی وفات مقدر تھی، جب بنگلہ دیش بن رہا تھا اور بنگلہ دیش بننے کے بعد جبکہ جو قومی جذبات ہیں وہ بے قابو ہو گئے تھے اور بہت سے نوجوان ایسے تھے جنہوں نے احمدیت کے مقابل پر بھی قومیت کو ترجیح دینا شروع کی۔ اس وقت مولوی محمد صاحب استقامت کا ایک مینارین گئے تھے۔ انہوں نے ساری جماعت کے رجحان کو ذہنیت کو درست کیا اور خدا کے فضل سے بعض جگہوں کو خطرناک ابتلاء سے بچا لیا۔ تو اس لئے یہ خاص طور پر ہماری دعاؤں کے محتاج ہیں۔

ایک اور اطلاع ملی ہے۔ ہمارے ملک جمال الدین صاحب سیکرٹری ضیافت واشنگٹن، سلسلے کے مخلص کارکن ہیں۔ ان کی ہمشیرگان بھی امریکہ میں مختلف جگہوں پر رہتی ہیں۔ ان کے خاندان کا دین کی خدمت کے معاملے میں خدا کے فضل سے اچھا سنگم ہے۔ ان کے والد ملک معراج دین صاحب جو بغداد میں ایک لمبا عرصہ مقیم رہے فوت ہو گئے ہیں۔ تبلیغ کے بڑے شیدائی تھے جہاں جہاں بھی رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں ان کی کوششوں سے نئے لوگ احمدی ہوئے۔ پاکستان آنے کے بعد، بڑھاپے میں بھی خدا کے فضل سے آخر دم تک اپنی اسی لگن کو قائم اور زندہ رکھا ہے۔ خدا کرے ان کی اولاد میں آگے یہ لگن زندہ رہے۔ اور اصل تو ہم جو اپنے بزرگوں کے لئے کر سکتے ہیں یہی ہے کہ ان کو مرنے نہ دیں یعنی اُن کی نیکیوں کو زندہ رکھیں۔ پھر یہ جو جسم کی عارضی موتیں ہیں یہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی اس مرنے کے بعد تو خدا کرے ان کی اولاد میں بھی یہ سب نیکیاں آجائیں اور اولاد ان کو زندہ رکھے۔

عبدالرحیم صاحب عارف، مربی سلسلہ بڑے مخلص فدائی مربی تھے خدا کے فضل سے ہمارے مربی ہی واقف زندگی کی حیثیت سے ہمیشہ خاموش قربانی دیتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی ستر (۷۰) سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ ایک ہمارے امین اللہ خان صاحب سالک کی پھوپھی زہرہ خانم صاحبہ اہلیہ نیاز محمد خاں صاحب کی بھی وفات کی اطلاع ملی ہے۔ ان کے خاوند احمدی نہیں تھے مگر مسلسل انہوں نے پوری وفا کا تعلق جماعت احمدیہ سے رکھا اپنے اولاد پر بھی نیک اثر ڈالا۔ بچیاں احمدی ہوئیں۔ مگر بیٹے احمدی نہیں ہو سکے، وہ باپ کے اثر کے نیچے تھے مگر مالی اور ہر دوسری قربانی میں پیش پیش۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بہت زیادہ محبت اور وفا کا تعلق پھر یہ تعلق خلیفۃ ثالثؒ کی طرف منتقل ہوگیا اور جب میں خلیفہ بنا تو پھر یہ تعلق میری طرف منتقل ہو گیا۔ تو یہ بڑی خلافت سے پیار رکھنے والی خاتون تھیں۔ ان کی زندگی کے ایک دو ایسے مسائل تھے جو ابھی حل نہیں ہوئے۔ ان کے لئے پریشان تھیں دعا کریں کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حل فرما دے اور ان کی روح کے لئے تسکین کا موجب بنیں ایک سیدہ نصرہ بیگم صاحبہ میری خالہ زاد بہن بھی تھیں اور ایک پہلو سے خالہ بھی تھیں کیونکہ میری امی نے اپنی بڑی بہن کا ان کے ساتھ دودھ پیا ہوا ہے تھیں تو چھوٹی سی چھوٹی تھیں مگر ایسا واقعہ تھا کہ دونوں نے، یعنی بھانجی نے اور خالہ نے اکٹھے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہوا ہے۔ ان کی بھی ساری عمر تکلیف میں گذری۔ دائم المریض تھیں مگر بڑی صابرہ بہت دعاگو۔ ابھی اطلاع ملی ہے کہ ربوہ میں وفات پا گئی ہیں چنانچہ نمازِ جمعہ اور نمازِ عصر کے معاً بعد انشاء اللہ ان سب کی نمازِ جنازہ غائب ہوگی۔ ☆

محسوسات

نتیجۂ فکر محترم نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر ماہنامہ تحریک جدید ربوہ

مرمر کو پھر ستانے لگی ہے ہماری یاد
دیکھا ہے اُس نے صحنِ چمن میں گُلِ مراد

طوفانِ برق و باد، ہر اک راہ غبار زار
منزل نظر میں ہے تو چلو، ہر چہ بادا باد

ہے عرش سے تعلقِ خاطر کا اک بھرم
جو رِ زمیں ہے عہدِ گذشتہ کی روئداد

مقتل کو ہم نے کی ہے عطا زینتِ نگاہ
اپنے لہو سے تھاما ہے ہم نے ہر اک فساد

تائیدِ حق دخیل ہے اپنی سرشت میں
باطل کو ہم ازل سے سمجھتے ہیں بدنہاد

گو ناقصوں کے نقص سے بڑھ کر ہے اپنی ذات
ذُوالقوة المتین پہ رکھتے ہیں اعتماد

ہالا سا بن گئی ہے فراست ہمارے گرد
آنکھوں میں انتظار ہے دل میں کسی کی یاد

عشقِ رسولِ پاکؐ دیا جس مسیحؑ نے
قلب و نظر کو اُس سے ملا صدق اور سداد

تھا جس کی بات بات پہ ہر شخص نکتہ چیں
کون و مکاں بھی دینے لگے ہیں اب اُس کو داد

یہ تمکنت کہ پرچم دینِ خدا کے ساتھ
توحیدِ ایزدی سے کیا ہر بشر کو شاد

سارے جہاں سے آنے لگے ہیں طیورِ قدس
مرکز سعادتوں کا ہے جلسے کا انعقاد

اے کاش اس ہجوم میں ہوتا نسیمؔ بھی
ملتی غریبِ شہر کو بھی آخرت کی زاد

درخواست دُعا مکرم اے۔ این رحمت اللہ صاحب احمدی نونی کوری تامل ناڈو اعانت بدر میں ۱۰/- روپے ارسال کرتے ہوئے دینی و دنیوی ترقیات اور جملہ پریشانیوں کے ازالہ کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

منیجر ہفت روزہ بدر قادیان

آخری قسط

ذکر حبیب علیہ السلام

تقریر محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے انچارج وقف جدید بر موقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۸۶ء

تعمیر منارۃ المسیح کی مخالفت

جب منارۃ المسیح تعمیر ہونے لگا تو لالہ بڈھامل صاحب قادیان کے بعض دوسرے ہندو اور مسلمانوں کی شکایت پر کہ ہماری بے پردگی ہوگی ایک افسر آیا تو وہ ان سب کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس بارے میں حضور نے فرمایا کہ فرض کریں کہ بے پردگی ہوگی تو اس کا اثر ہم پر بھی پڑے گا۔ دوران گفتگو فرمایا کہ لالہ بڈھامل صاحب سے پوچھئے کہ کیا کوئی ایسا موقعہ آیا ہے کہ جب یہ مجھے نقصان پہنچا سکتے ہوں اور انہوں نے یہ موقعہ خالی جانے دیا ہو اور پھر انہی سے پوچھئے کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ انہیں فائدہ پہنچانے کا کوئی موقعہ مجھے ملا ہو۔ اور میں نے اس سے دریغ کیا ہو۔ اس گفتگو کے وقت لالہ جی سر نیچے ڈالے بیٹھے رہے اور جواب میں ایک لفظ منہ پر نہ لا سکے۔

(سلسلہ احمدیہ صفحہ ۲۱۸ - ۲۱۹)

حضور کو اور جماعت کو گندی گالیاں نکالنا

سیرت افضل میں ۱۹۰۶ء کے جلسہ سالانہ میں دو ہزار احمدی جمع تھے ان میں معززین نواب اور جاگیردار وغیرہ بھی تھے کہ ایک ہندو ہمسایہ نے جبکہ نماز ادا کی جا رہی تھی سب سے پہلے حضور کو معاذ اللہ کنجر کہا اور حضور کو اور سب کو دو گھنٹے تک گندی گالیاں نکالتا رہا۔ چونکہ آپ کی طرف سے تعلیم دی جاتی تھی کہ دشمنوں کے ساتھ صبر سے پیش آؤ۔ اس لئے احباب نے صبر سے کام لیا۔

آپ نے اس وقت پھر تقریر کر کے احباب کو تلقین فرمائی کہ وہ رنج کو دل سے نکال دیں۔ خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اور فرمایا کہ لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت صاحبان میرے نشانات کے گواہ ہیں۔ یہ روزانہ میرے پاس دو تین دفعہ آتے تھے۔ میں نے ان کو اپنے والد صاحب کی وفات کی خبر بتائی اور اسی شام کو فوت ہو گئے۔ مجھے ان کی وفات سے صدمہ ہوا کہ بعض مالی ذرائع والد صاحب کی ذات سے وابستہ تھے جو بند ہو جائیں گے تو الہام ہوا۔

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ۔

کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے؟ میں نے اس الہام کی مہر امرتسر سے ان دونوں کے ذریعہ بنوائی تاکہ اس نشان کے گواہ ہوں۔

نیز بیان کیا کہ میں اس زمانہ میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ جب میری پہلی کتاب براہین احمدیہ چھپ رہی تھی تو صرف یہی دونوں اور ایک خدمت گار میرے ساتھ امرتسر جاتے تھے۔ قادیان میں میرے پاس کوئی نہ آتا تھا۔ اب اسی قادیان میں میرے پاس ہزاروں افراد آتے ہیں اور امرتسر جاتے ہیں سینکڑوں اور بعض دفعہ ہزاروں لوگ استقبال کے لئے سٹیشن پر آتے ہیں۔ لنگر خانہ کا خرچہ ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہوار ہے۔ مدرسہ کا خرچہ اس کے علاوہ ہے۔ پہلے میں اکیلا تھا اب تین لاکھ افراد میری جماعت میں داخل ہیں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں وغیرہ نے لوگوں کو میرے پاس آنے سے اشتہار دے کر اور بعض طرح سے روکنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ اگر یہ سلسلہ انسان کا ہوتا تو یہ مخالفین ضرور کامیاب ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو پہلے ہی خبر دی تھی کہ رجوع خلائق ہوگا اور نصرت الٰہی حاصل ہوگی۔ وہ پوری ہوئی۔

(قادیان کے آریہ اور ہم)

حضور کی دلداری

فونوگراف ایک نئی ایجاد تھی۔ جس میں آواز بھری جاتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو لکھا کہ وہ فونوگراف اپنے ساتھ لائیں۔ اس وقت ایک وفد بیرون ملک بھیجوانا زیر تجویز تھا۔ حضور کا منشاء تھا کہ اس میں چار گھنٹے کی عربی تقریر بھر دی جائے جو وفد ساتھ لے جائے۔ اور لوگوں کو بتایا جائے کہ انیسویں صدی مسیحی کے سب سے بڑے انسان کی تقریر سنیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں مسیح و مہدی ہو کر آیا ہے اور ہزاروں تائیدی نشان اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ہیں۔

اس فونوگراف میں قرآن مجید اذان اور نظمیں بھری گئیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی سُنا چونکہ یہ ایک عجوبہ چیز تھی۔ لالہ ملاوامل جی اور لالہ شرمپت جی نے چند اور ہندوؤں سمیت اسے دیکھنا اور سننا چاہا نواب صاحب سے براہ راست ان کا تعلق نہ تھا اور حضرت صاحب پران کو دیرینہ تعلق کا دعویٰ تھا۔ اس لئے انہوں نے حضرت صاحب سے ہی درخواست کی۔ حضرت صاحب نے ایک نظم تیار کر کے حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کو دی کہ ریکارڈ میں بھر دیں چنانچہ حضرت صاحب کے اپنے گھر میں ان لوگوں کو یہ نظمیں اور ریکارڈ سنائے گئے۔ حضور کی نظم اس طرح شروع ہوتی ہے کہ۔

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

(الحکم ۱۰ر نومبر ۱۹۰۱ء وغیرہ)

چچازاد بھائیوں کی شدید مخالفت اور حضور کی ان پر شفقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریبی رشتہ دار اسلام اور اخلاق دونوں سے بہت دور جا چکے تھے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب حضور کے اہلیہ اوّل سے بڑے فرزند ریاست بہاولپور کے وزیر بھی رہے تھے اردو ادیب اتنے بلند پایہ کے تھے کہ ایک دفعہ علامہ اقبال نے انجمن حمایت اسلام کے ایک سالانہ اجلاس میں اپنا ایک تازہ کلام وقفہ کر کے نصف نصف ان کی اور جناب سید فقیر عزیز الدین کی صدارت میں سنایا تھا۔

محترم مرزا سلطان احمد صاحب کی ان رشتہ داروں میں شادی بھی ہوئی تھی۔ باوجودیکہ وہ ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے ان کا ایک بیان درج کیا جاتا ہے جو حقیقت پر مبنی ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام کی ایک چچی کے منہ سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کا کوئی کلمہ نکل گیا۔ باوجود اس احترام کے جو آپ سب بزرگوں کا کرتے تھے شدید بے تابی کا اثر آپ کے چہرہ مبارک سے نمایاں تھا۔ اور اس واقعہ کی وجہ سے آپ کا کھانا بھی چھوٹ گیا اور آپ کے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین صاحب کی مجلس میں اسلام کی تحقیر ہوتی تھی اس لئے حضور نے ان سے بھی قطع تعلق کر لیا تھا۔ ورنہ کوئی ذاتی دشمنی آپ کی طرف سے نہیں تھی۔ بلکہ اگر آپ مرزا امام الدین صاحب کو کبھی تکلیف میں مبتلا دیکھتے یا وہ اپنی مالی ضرورت پیش کرتے تو حضور نے ان کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھا۔

(سیرۃ مسیح موعود حصہ دوم صفحہ ۲۵۳-۲۵۴)

جب کبھی حضور کو ان کی خدمت کرنے کا موقعہ ملا آپ نے کوئی دریغ نہیں کیا۔ ایک دفعہ مرزا امام الدین صاحب نے اپنا گھوڑا بیچنا چاہا اور یہ موقعہ ان کو پسند آیا کہ حضور سے سفارش لے کر مہاراجہ جموں و کشمیر کے شاہی طبیب حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کے ذریعہ مہاراجہ کے پاس فروخت کریں تاکہ معقول رقم ملے۔ چنانچہ حضور نے بلا تامل لکھ کر دیا کہ میرے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین صاحب کے پاس ایک بیش قیمت گھوڑا ہے جو خوش رفتار اور راجوں مہاراجوں کی سواری کے لائق ہے اب وہ اس کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ ایسے بھاری قیمت والے گھوڑے عام لوگ خرید نہیں سکتے اور رئیس خود ایسی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آپ خود پوری جدوجہد کر کے سعی بلیغ سے دریغ نہ کریں کہ راجہ یا اُس کے بھائی صاحب قیمتاً یہ گھوڑا خرید لیں۔

(سیرۃ مسیح موعود صفحہ ۲۷۸-۲۸۶)

مرزا امام الدین صاحب کے قریبی رشتہ داروں خاندان مرزا احمد بیگ صاحب

کے ساتھ حضور کے تعلقات اچھے نہ تھے حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ان کے بیٹے مرزا احمد بیگ صاحب نے چاہا کہ ان کی سفارش حضرت حکیم صاحب کے پاس فرما دیں۔ چنانچہ حضور نے تحریر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ صاحب اپنی ناسمجھی سے اس عاجز سے سخت عداوت اور کینہ رکھتے ہیں۔ لیکن کوئی مضائقہ نہیں کہ ان لوگوں کی سختی کے بدلہ میں نرمی اختیار کر کے ثواب حاصل کیا جائے۔ ان کا بیٹا ملازم ہونا چاہتا ہے۔ چنانچہ حضرت حکیم صاحب نے اسے ملازم کروا دیا۔

(سیرۃ مسیح موعود صفحہ ۳۵)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے بیان کے بالمقابل مرزا امام الدین صاحب اور ان کے بھائی کا رویہ ظاہر ہو تا ہے کہ وہ سینہ زوری سے وہ حضور کو اپنی بعض ملکیتی مقامات سے محروم کرنا چاہتے تھے۔ اور فساد سے بچنے کے لئے حضور رک جاتے تھے لیکن جب یہ لوگ قادیان سے باہر ہوتے تو اسی وقت جلدی جلدی وہاں عمارت کھڑی کر لی جاتی۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بیان کیا کہ مسجد مبارک کے قریب ایک کچے مکان کی تعمیر کے لئے راج مزدور کام کرنے لگے تو مرزا امام الدین صاحب نے اپنے ساتھیوں سمیت آ کر کافی گلوچ کی اور فساد پر آمادہ ہو گئے۔ حضور کو اطلاع ملی تو فرمایا کہ تعمیر بند کرا دو۔ اور فساد نہ کرو۔ کچھ مدت بعد یہ دونوں بھائی ایک مقدمہ پر باہر گئے ہوئے تھے تو تمام مہمانوں۔ ملازموں اور مدرسے کے طلباء نے مزدوروں کی طرح سامان لا کر اور گارا وغیرہ تیار کر کے یہ مکان دن بھر میں تیار کر دیا۔ جب ان مرزا صاحبان نے واپس آ کر مکان بنا دیکھا تو سر پکڑ کر رہ گئے۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت نمبر)

کوئی ڈھاب سے مٹی لیتا تو اس کی ٹوکریاں وغیرہ چھین لیتے کوئی رفع حاجت کے لئے جاتا تو اسے مجبور کرتے کہ غلاظت اپنے ہاتھوں سے اٹھائے اور فحش گالیوں اور مار پیٹ تک نوبت پہنچا دیتے

(سیرۃ المہدی حصہ اول طبع دوم صفحہ)

ایک دفعہ ۱۹۰۰ء میں آپ کے چچا زاد بھائی نے تنگ کرنے کی نیت سے کی کہ وہ راستہ دیوار بنا کر بند کر دیا جو مہمان خانہ سے حضور کے گھر اور مسجد مبارک تک آتا تھا۔ تب بیماروں اور مہمانوں کو شدید مخالفوں کے گھر کے قریب سے گذر کر پانچوں وقت نماز کے لئے آنا پڑتا تھا۔ ایسا راستہ گذر کر جس میں کھنگر پڑے ہوئے تھے اور موسم برسات میں اس کی حالت اور بھی بدتر ہو جاتی تھی۔

حضور نے معززین کے ذریعہ اپنے چچا زاد بھائی کو کہلوایا کہ وہ اس جو قطعہ زمین چاہیں لے لیں مگر مہمانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ مرزا امام الدین صاحب نے آگ بگولہ ہو کر کہا کہ وہ خود کیوں نہیں آئے۔ جب سے انہیں الہام نازل ہونا شروع ہوئے ہے نہ معلوم انہیں کیا ہو گیا ہے۔

یہ ایک ہی مقدمہ تھا جو ساری عمر میں آپ نے کیا۔ وکیلوں کا مشورہ تھا کہ خاندانی ملکیت ہونے کی وجہ سے صرف حضور ہی دعویٰ کر سکتے ہیں۔ ایک پہلے مقدمہ میں مرزا امام الدین صاحب کو اس جگہ کے بارے کامیابی ہوئی تھی اس لئے ان کا کہنا تھا کہ موجودہ مقدمہ میں کامیابی ہونے پر حضرت مرزا صاحب کے مکان کے گرد دیوار بنا دے گا۔ اور حضور مکان میں بند ہو کے رہ جائیں گے۔

لیکن اتفاقاً عدالت میں ایک پرانی مسل دیکھنے سے حضور کے وکیل کے علم میں یہ بات آئی کہ یہ جگہ مرزا امام الدین صاحب اور حضور کی مشترکہ ہے۔ یہ بات پیش ہونے پر مرزا امام الدین صاحب فیصلہ عدالت کے مطابق ناکام ہوئے اور دیوار گرا دی گئی۔

حضور کے وکیل نے خرچہ کی ڈگری کی میعاد ختم ہونے کے ڈر سے اس کے اجراء کی درخواست دے دی۔ جب سرکاری آدمی ڈگری کی وصولی کے لئے قادیان پہنچا تو حضور اس وقت گورداسپور میں تھے اور مرزا امام الدین صاحب کے پاس اتنی رقم نہ تھی۔ سرکاری آدمی قانون کے مطابق قرقی کی کارروائی کرنے پر مجبور ہوا۔ تو ان لوگوں نے رات رات کسی کو حضور کی خدمت میں بھیجا کہ حضور انہیں اس ذلت سے بچائیں۔ حضور اپنے وکیل پر ناراض ہوئے کہ کیوں بغیر اجازت کے ڈگری کے اجراء کی درخواست دی گئی ہے۔ حضور بہت بے چین ہوئے اور چٹھی دے کر کسی کو بھجوایا۔ اس چٹھی میں اس کارروائی پر معذرت کی کہ آپ کو میری لاعلمی میں تکلیف پہنچی ہے۔ اور حضور نے یہ رقم معاف فرما دی۔

(سلسلہ احمدیہ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ ۱۰۷ - ۱۰۸)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا مخالفانہ رویہ

مخالفین نے حضور کی بڑھتی ہوئی کامیابیوں کو دیکھ کر قید کرانے قتل کروانے حکومت کو بدظن کرانے کہ اس کا تختہ الٹ دیں گے کئی قسم کی کوششیں کیں۔ اس رنگ میں بھی آپ کو کچلنا چاہا کہ آپ پر سنگین مقدمات قائم کئے جائیں۔ چنانچہ ایک صورت یہ خیال کی گئی کہ شاید انگریزی حکومت عیسائی پادریوں کی طرف زیادہ توجہ دے گی۔ اور پادریوں کا سنیئر گروہ کہتے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک۔ امرتسر کے نامی پادری کی طرف سے آپ پر اقدام قتل کا مقدمہ کرایا۔ اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ایک مشہور آریہ وکیل نے اس مقدمہ کی مفت پیروی کی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس میں شہادت دی گویا تینوں مذاہب والوں کی اجتماعی کوشش اس مقدمہ میں شامل تھی۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کیپٹن ولیم مانٹیگو ڈگلس نے اس مقدمہ کی سماعت کی۔ جو بیدار مغز منصف مزاج اور خدا ترس تھے۔

مقدمہ کے لئے پورا جال تیار کیا گیا تھا۔ پہلی بار حضور کو تو مجسٹریٹ موصوف بہت متاثر ہوئے اور آپکو عزت سے کرسی پر بٹھایا۔ اور بطور گواہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پیش ہوئے اور کرسی طلب کی تو ان کی تذلیل کی۔ جس مسلمان نوجوان کو اقبالی گواہ کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ کہ اسے ڈاکٹر کلارک کو قتل کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب نے بھجوایا تھا۔ اس کی حرکات سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو شبہ ہوا کہ یہ ایک گہری سازش ہے۔ اور اسے پادریوں کے قبضہ سے لے کر تحقیقات کی گئی تو اس نے اقبال کیا کہ مجھے ہرگز مرزا صاحب نے کسی کے قتل کرنے کے لئے مقرر نہیں کیا۔ بلکہ میں نے پادریوں کے کہنے سے ایسا بیان دیا تھا

اس مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب نے معمولی معمولی باتوں میں بھی جھوٹ بیان دیا جب کہ خود ڈاکٹر کلارک کے بیان سے جن کے مولوی صاحب گواہ تھے مولوی صاحب کا جھوٹ ظاہر ہوا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے حضور کو عزت کے ساتھ بری کیا اور حضور کو مبارک باد دی اور کہا کہ آپ کے خلاف یہ مقدمہ جھوٹا بنایا گیا تھا۔ قانونی طور پر آپ کو حق حاصل ہے کہ اگر چاہیں تو مقدمہ کر دیں۔ ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں آپ نے فرمایا کہ میرا دعویٰ آسمان پر ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق مجھے بری کر دیا ہے۔ اور وہ میرا محافظ ہے۔ مجھے بدلہ لینے کے لئے اپنے مخالفوں کے خلاف کارروائی کی ضرورت نہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب سے حسن سلوک

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے حضرت اقدس کے حسن سلوک کے بارے میں حضرت عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ :-

۱- مولوی صاحب کے رسالہ اشاعۃ السنہ کے اکثر خریدار احمدی ہو گئے اس لئے انہوں نے اس مخالف رسالہ کی خریداری بند کر دی۔ لیکن مولوی صاحب نے ان کے نام خریداروں کے رجسٹر میں قائم رکھے۔ اور باوجود جواب صاف ہونے کے اور اس بارہ میں جواب پا کر بھی مولوی صاحب کا مطالبہ جاری رہا۔ اس وقت مولوی صاحب کی حالت بہت کچھ قابل رحم ہو چکی تھی۔ اور وہ بلاوجہ بھی مطالبہ کرتے تھے۔ آخر انہوں نے محمود عرفانی کی معرفت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا جس پر حضور نے میرے ذریعہ اخبار الحکم کو جن کے نام مولوی صاحب نے لکھے تھے لکھوا دیا کہ وہ مولوی محمد حسین صاحب سے نہ بحث کریں اور جو رقم وہ روپیہ مانگتے ہیں بطور احسان انہیں بھیج دیں کہ وہ ہمارے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ اس طرح حضور نے مولوی صاحب کو اچھا خاصا معقول رقم دلا دی۔

۲- آخر پر مولوی صاحب کا یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ انہیں اپنے رسالہ کی اشاعت

کے لئے مختلف مشکلات کا سامنا تھا یہاں تک کہ کوئی اُن کا رسالہ لکھ کر نہ دیتا اور جو کاپیاں کتابت شدہ تھیں اُن کی صحت اور درستی کے لئے بھی مشکلات تھیں۔ چھپوانا تو اور بھی مشکل تھا۔ (خود مولوی صاحب فرقہ اہل حدیث کے ممتاز عالم تھے اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی) موخر الذکر کو مولوی محمد حسین صاحب نے لکھا تو ان کو جواب ملا کہ اجرت وغیرہ بھجوا دیں تو ممکن ہے کہ میں کام کرا دوں۔ پھر مولوی محمد حسین صاحب نے محمد عرفانی کو پیغام دیا کہ حضور کے کاتب سے کام کرا دیا جائے تو حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب کو کہدوں کہ وہ اپنی کاپیاں اور مضمون لے کر قادیان آجائیں تو میں اپنا کام بند کر کے ان کا کام کرا دوں گا خواہ وہ میری مخالفت میں ہی ہو۔ حضرت عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ مخالفت کے زمانہ میں حضور ان تعلقات کا خیال رکھتے تھے چنانچہ خاکسار نے قادیان کی خود نوشت کتابت میں لکھا ہے حضور نے لکھا کہ مجھے آپ کی جدائی یا طعن کی وجہ سے آپ سے محبت ہے میں جانتا ہوں کہ مخالفت میں آپ کی نیت بخیر ہوگی۔ اب مجھے آپ کی ملاقات کے لئے صحت حاصل ہے۔ اگرچہ ابھی میں سر چکرانے کی وجہ سے نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھی جاتی۔ تاہم گرتا پڑتا آپ کے پاس پہنچ سکتا ہوں۔ بقول رنگین (شاعر)

وہ نہ آدے تو تو ہی چل رنگین
اس میں کیا تیری شان جاتی ہے

حضور فرماتے ہیں ؎

واللہ لا انسی زمان تعلق
ولیس فؤادی مثل ارض تحجر

کہ خدا کی قسم میں اس تعلق کے زمانہ کو بھولتا نہیں اور میرا دل پتھریلی زمین کی طرح نہیں ہے۔

حضور نے ہمیشہ اس عہد دوستی کی رعایت کی اور ہمیشہ مولوی صاحب کی بہتری کا خیال رکھا۔ مولوی صاحب کو کوئی بھی کام ہوتا جس کا کچھ بھی تعلق حضور سے نہ ہوتا تو فوراً لکھ دیتے اور کئی مرتبہ انہوں نے کہا کہ

"تم مرزا کو نہیں جانتے۔ میں اب بھی جو کچھ کہوں گا کر لوں گا۔ یہ مخالفت اور رنگ کی ہے۔"

(سیرۃ مسیح موعودؑ صفحہ ۲۴۸ تا ۲۴۹)

مولوی محمد حسین صاحب کی شدید مخالفت اور حضرت اقدس کے حسن سلوک کا شاہکار :-

مولوی محمد حسین صاحب نے ہندوستان کے طول و عرض کا دورہ کر کے حضور پر کفر کے فتاوی حاصل کئے۔ قادیان آنے والوں کو روکنے کا خاص اہتمام کیا۔ بٹالہ سے قادیان تک ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ بڑے بڑے رجسٹر دے کر ایک ایک میل پر آدمی بٹھا رکھے تھے۔ رجسٹر پر قادیان جانے والے کے نام اور جانے کا مقصد کہ کیوں اور کس لئے جاتے ہو۔ درج کیا جاتا ہے۔ اور ان لوگوں کو واپس جانے کے لئے زور دیا جاتا۔ لوگ یہ سمجھ کر ڈرتے تھے کہ یہ رجسٹر شاید گورنمنٹ کی طرف سے دئے گئے ہیں۔ اور ان کے خلاف کوئی سرکاری کارروائی کی جائے گی۔

مولوی محمد حسین صاحب کی شدید دشمنی ان کے ذیل کے دو بیانات سے ظاہر ہے۔ وہی مولوی صاحب جو حضور کو خود کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اور انہوں نے براہین احمدیہ پر ریویو میں حضور کے الہامات درج کئے تھے۔ حضور کے دعوی مسیحیت وغیرہ سے اپنے رسالہ (جلد ۱۳ نمبر ۱) میں لکھتے ہیں کہ رسالہ اشاعۃ السنہ کے ذمہ یہ فرض اور قرض تھا کہ اُس نے جیسا اس کو (یعنی حضرت مرزا صاحب کو) دعاوی قدیمہ کی تفریح سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی نئے دعاوی کی تفر سے اس کو زمین پر گرا دے۔"

پھر (جلد ۱۸ نمبر ۳ میں) جو کچھ لکھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتنی حسرت تھی ان لوگوں کو کہ حضور کو قتل کرا دیں۔ اس کے لئے انہوں نے در پردہ کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ مولوی صاحب حکومت انگریزی کے پاس پادریوں کا شکوہ کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں کہہ رہے جبکہ حضرت مرزا صاحب ان کے مذہب کے خلاف بہت کچھ کہہ رہے ہیں اور لکھتے ہیں۔

"حکومت سلطنت اسلام ہوتی تو ہم اس کا جواب آپ کو دیتے۔ اسی وقت آپ کا سر کاٹ کر آپ کو مردار کرتے۔ (اپنے نبیوں کو (بقول مولوی صاحب) گالیاں دینا مسلمانوں کے نزدیک ایک ایسا کفر اور ارتداد ہے جس کا جواب بجز قتل اور کوئی نہیں مگر کیا کریں مجبور ہیں سلطنت غیر اسلامی ہے اس کے ماتحت ہیں کہ ہم اس فعل کے مجاز نہیں۔"

مولوی محمد حسین صاحب کے ان علانیہ ارادوں کے باوجود اور باوجود یکہ مولوی صاحب ڈاکٹر مارٹن کلارک والے مقدمہ اقدام قتل کے سب سے بڑے گواہ تھے۔ مولوی صاحب کی حیثیت گرانے کی حضور کے وکیل مولوی فضل دین صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کے ذاتی اور خاندانی بھاری عیب کے بارے میں جرح کرنے لگے۔ تو حضور نے اپنے وکیل کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور یہ کہہ کر جرح کرنے سے روک دیا کہ میری طرف سے اس قسم کے سوال کرنے کی ہدایت ہے نہ اجازت حضور کی اس عالی ظرفی کا اثر وکیل صاحب پر عمر بھر رہا۔ اور تعجب سے ذکر کرتے تھے کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر بھی اپنے جانی دشمن کو ذلت سے بچایا۔ اس زمانہ میں حضور کو کس قدر شدید تکالیف کا سامنا تھا اس کا علم اس زمانہ کی حضور کی کتابوں اور اشتہارات سے ہوتا ہے۔ حضور آستانہ الہی پر سالہا سال تک دعاؤں میں مصروف رہے کہ وہ خاص مدد فرمائے اور وہ دعائیں۔ بالآخر قبول ہوئیں۔

(سیرۃ مسیح موعود صفحہ ۲۴۷ تا ۲۴۹ و حیات احمد جلد چہارم صفحہ ۶۰۲-۶۰۶ و مجدد اعظم جلد اول صفحہ ۴۱۵-۴۱۹)

افغانستان میں دو بزرگوں کو شہید کیا جانا

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنا رسالہ حضور کی مخالفت کے لئے وقف کرنے کے علاوہ ہندوستان بھر کا ایک طوفانی دورہ کر کے حضور پر کفر کے فتوی لگوائے ان میں یہ بھی درج تھا کہ احمدیوں کے نکاح ٹوٹ گئے ان کی بیویاں دوسروں کے لئے حلال ہیں۔ نتیجہ حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب کو امیر افغانستان نے کپڑے سے گلا گھونٹوا کر شہید کروا دیا۔ حضرت سید عبداللطیف صاحب اعلیٰ پایہ کے عالم تھے۔ ان کے ہزاروں شاگرد تھے۔ اور ڈیورنڈ لائن کے کمیشن میں امیر کابل نے انہیں بھی شامل کیا تھا کئی لاکھ کی جاگیر کے مالک ... تھے جب وہ حضور علیہ السلام سے ملاقات کر کے گئے تو اطلاع ملنے پر ان کو کابل اپنے علاقہ سے بلوایا گیا۔ وزنی بیڑی گردن سے پاؤں تک ڈالی گئی۔ یہ قید موت سے بدتر تھی۔ خود امیر نے کئی دفعہ فہمائش کی تاکہ اپنا عقیدہ چھوڑ دیں۔ آپ نے انکار کیا علماء سے مباحثہ کرایا گیا جیسے دیکھتے تھے بغیر امیر کابل نے یہ فتوی قبول کر لیا کہ وہ مسلمان نہیں رہے مرتد ہیں آدھا جسم زمین میں دفن کیا پھر امیر کابل نے توبہ کے لئے کہا لیکن آپ ثابت قدم رہے اور آپ کو پتھر مار مار کر شہید کر دیا۔ اس واقعہ کے وقت ایک فرانسیسی انجینئر بھی موجود تھے جنہوں نے اپنی کتاب — UNDER THE ABSOLUTE AMIR میں واقعہ شہادت لکھا ہے۔ اخبار وطن نے ۱۸ اگست ۱۹۰۳ء میں لکھا کہ محض اختلاف مذہب کی بناء پر انہیں ایسی ظالمانہ سزا دی گئی۔ ناک میں چھید ڈال کر رسی ڈال کر قتل کے مقام تک لے جایا گیا اور ان کا سامان نیلام کیا گیا (تذکرۃ الشہادتین وغیرہ)

حضور علیہ السلام جیسے شفیق وجود نے ہمیشہ ہی صبر کی تلقین فرمائی۔ مسلمانوں کے ایسے مظالم کے باوجود حضور اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کآخر کنند دعوی حب پیمبرم

کہ اے دل تو ان لوگوں کا لحاظ رکھ کہ آخر یہ میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعوی رکھتے ہیں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضور کے فرزند نے آنے والی احمدی نسلوں کو تاکیدی نصیحت کی ہے کہ غلبہ حاصل ہونے پر ہرگز کسی سے انتقام نہیں لینا تا لوگ یہ نہ کہیں کہ نرمی کا سلوک جماعت احمدیہ نے اس وجہ سے کیا کہ انہیں طاقت حاصل نہ تھی اب طاقت حاصل ہونے پر ان کا اصل روپ ظاہر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ احمدی نسلوں کو اسلام کے دور اول کی طرح مخالفین سے محبت اور درگزر کا سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اللھم صل علی محمد وآل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

ختم شد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی کا ایک انقلابی پہلو

از مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت ربوہ

ختم قرآن اور آمین برصغیر پاک و ہند میں عرصہ دراز سے ختم قرآن کی تقاریب نہایت درجہ تزک و احتشام سے منائی جاتی ہیں اور متدین گھرانوں میں ہمیشہ ہی ان کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہی ہے اس موقعہ پر بعض دعائیہ اشعار بھی پڑھے جاتے ہیں ان اشعار پر شریک محفل حاضرین چونکہ آمین کہتے ہیں اس لئے اردو زبان میں ان اشعار کو بھی اصطلاحاً آمین ہی کہا جاتا ہے جیسا کہ استاذ الشعراء امیر مینائی لکھنوی نے "امیر اللغات" میں تصریح فرمائی ہے۔

مروجہ آمین کا دلچسپ نمونہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں دہلی اور دوسرے شہروں میں آمین کے طور پر جس نوعیت کی نظمیں پڑھی جاتی تھیں اس کا ایک دلچسپ نمونہ مولانا سید احمد دہلوی صاحب نے "فرہنگ آصفیہ" میں نقل کیا ہے جو مندرجہ ذیل سولہ اشعار پر مشتمل ہے:

اعوذ باللہ من الشیطان — بسم اللہ الرحمان الرحیم آمین
اوّل ثنا خدا بگویم مصطفیٰ را — گفتیم آمین دعا را سبحان من یرانی
مبارک مصطفیٰ تو ہم بندۂ خدا بود — تسبیح اوّلین بود سبحان من یرانی
انا سلام ہر دم ہر چار یار اکرم — ہر جملہ یار ہر دم سبحان من یرانی
فرزند نیک زادی نا صحی نکو نہادی — این دم بجز نہ کردی سبحان من یرانی
فرزند ہم تو اکنون گشتہ بجودت مکنون — ہر روز باد افزون سبحان من یرانی
ختم قرآن نمودہ علم زبان ربودہ — فرحت بجان فزودہ سبحان من یرانی
اے مادر جستہ کشا سفرۂ کن بستہ — تشریف برد فرزند سبحان من یرانی
یک اسپ با فودہ برپشت زین نہادہ — درپیش او پیادہ سبحان من یرانی
پر خوان میوہ کن ہمہ تو رنگہا کن — بس بوئے خوش ناکی سبحان من یرانی
پر طشت پیچہا کن پر بھی میوہا کن — از دست خود دادی سبحان من یرانی
حلوائے بہشت گر ... طشت ... — تازہ شود دو دہ سبحان من یرانی
آمین کنید یکسر آسمہ دوستان جانی — مقبول دو جہانی سبحان من یرانی
[illegible] — شاگرد گشتہ دیدہ سبحان من یرانی
آمین تمام کردم انعام خواجہ بردم — حلوا و شہد خوردم سبحان من یرانی

مطلب مع ترجمہ: بندہ خدا شیطان سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔

پہلے خدا کی ثنا اس کے بعد رسول خدا کی تعریف میں یہ دعا پڑھتا ہوں (پاک ہے وہ خدا جس نے مجھے یہ دن دکھایا) رسول مقبول جو برگزیدہ اولیاء کے بندے تھے ان کا ورد بھی یہی تھا۔ چاروں طرف مصطفیٰ کے چاروں مکرم و معظم یعنی صدیق اور اصحاب پیغمبر سلام پہنچے (بیشک پاک ہے اللہ) تم نے ... بیٹا ... تم خوشی مناؤ (بیشک پاک ہے اللہ) اس نے قرآن ختم کیا علم ادب حاصل کیا دل میں خوشی بڑھ گئی ... اے (لڑکے کی) خوش نصیب ماں تھیلیوں کے منہ کھول دے دونوں ہاتھوں سے خلعت دے (بیشک پاک ہے اللہ) ایک شاہانہ خلعت، ایک زنانہ پوشاک، ایک خاندانی لباس عطا فرما (بیشک پاک ہے اللہ) ایک گھوڑا منگا جس کی پیٹھ پر زین کسا ہوا اور خدمت گار آگے کھڑا ہوا ہو مرحمت کر (بیشک پاک ہے اللہ) میووں کے خوان بھر اور طرح طرح کے پھل اس میں لگا۔ عطر کی خوشبو سے مہکا (بیشک پاک ہے اللہ) کشتیوں پر کپڑے لگا۔ میوہ جات کی قابیں بھر اور اپنے ہاتھوں سے دکھا اٹھا کر دے (بیشک پاک ہے اللہ) طرح طرح کے حلوے اسی طرح طشتوں میں بھر کر دکھا، تاکہ دل تازہ ہو۔ (بیشک پاک ہے اللہ) جانی دوستو آمین کہو ... قبولیٔ دو جہان (بیشک پاک ہے اللہ) کچھ ... ہمارے آگے لاکر رکھو تاکہ ہمارے تمام شاگرد کھائیں (بیشک پاک ہے اللہ) میں نے آمین ختم کی۔ آپ کا انعام حاصل کیا۔ حلوا کھایا اور شہد بھی چاٹ کیا بیشک وہ ذات پاک ہے جس نے ہمیں یہ دن دکھایا۔

(فرہنگ آصفیہ جلد اوّل صفحہ ۲۲۸-۲۲۹ مؤلفہ مولانا سید احمد صاحب دہلوی تصنیف ۱۸۹۵ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی تقریب آمین:- ۷ جون ۱۸۹۷ء کو سیدنا محمود (المصلح الموعود) کے ختم قرآن کی تقریب تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص مرید حضرت شیخ نور احمد صاحب مالک ریاض ہند پریس امرتسر ایک آمین خرید لائے جس کے ہر شعر کے آخر میں "سبحان من یرانی" آتا تھا۔ انہوں نے یہ آمین حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پیش کر دی جس پر حضورؑ نے تیج محمود کی اور آمین بنا کر انہیں دی اور ارشاد فرمایا کہ اس کو فوراً چھپوا دیا جائے چنانچہ یہ آمین راتوں رات چھپ گئی اور اس تقریب پر خاص اہتمام سے سنائی گئی۔ اندر مستورات خوش الحانی سے پڑھتی تھیں اور باہر مرد اور بچے (جن میں اکثر مہمان تھے) دہراتے جاتے تھے۔ اس پاکیزہ ماحول کا نقشہ آج کوئی قلم نہیں کھینچ سکتا۔

آسمانی کالج:- اگرچہ آپؑ کی رقم فرمودہ "آمین" میں بھی "سبحان من یرانی" ہی کے الفاظ تکرار کے ساتھ آتے تھے مگر حضورؑ نے اس میں خدا تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں کا ذکر کر کے اپنی اولاد کے لئے اس درجہ سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی دعائیں کی ہیں کہ اس تقریب کو آپ نے سچ مچ خدا کی معرفت کا ایک آسمانی کالج بنا دیا ہے جس سے قیامت تک علم و عرفان کا چشمہ جاری رہے گا۔ ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر غیر جانبداری کی نگاہ سے فقط اس آمین کا ہی ایک بار مطالعہ کرے تو حضرت اقدسؑ کے بے مثال عارف باللہ اور فنا فی الرسول ہونے کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

"محمود کی آمین" کے چند روح پرور اشعار:- پوری آمین محبت الٰہی اور عشق قرآن اور عشق رسول کا شاہکار ہے اور ہر شعر شریعت، طریقت اور حقیقت کا خزانہ اور تصوف اسلامی کا لطیف خلاصہ مگر میرے مد نظر چونکہ منظوم آمین کے دو نمونوں کا تقابلی مطالعہ ہے اس لئے میں نے پہلی آمین کی طرح حضرت اقدسؑ کی آمین کے بھی نمونۃً سولہ اشعار ہی منتخب کئے ہیں جو ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

ہے آج ختم قرآں نکلے ہیں دل کے ارماں — تو نے دکھایا یہ دن میں تیرے منہ کے قرباں
اے میرے رب محسن کیونکر ہو شکر احساں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمت اتم ہے — کیونکر ہو حمد تیری کب طاقت قلم ہے
تیرا ہوں میں ہمیشہ جب تک کہ دم میں دم ہے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے — سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
تو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر — یہ ہادیٔ جہاں ہوں یہ ہوویں نور یکسر
یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوویں مہر انور
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں — حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
با برگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تیرا نبی جو آیا اس نے خدا دکھایا — دین قویم لایا بدعات کو مٹایا
حق کی طرف بلایا مل کر خدا ملایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

قرباں ہیں تجھ پہ سارے جو ہیں مرے پیارے — احساں ہیں تیرے بھارے گن گن کے ہم تو ہارے
دل خون ہو رہے تھے کشتی لگی کنارے — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو — کچھ زاد راہ لے لو کچھ کام میں گزارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اتارو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

پہلے سے بڑھ کر محمود اگرچہ یہ سچ ہے کہ ہر شخص کو اپنے بچوں سے بہت پیار ہوتا ہے تو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اگر ... نفس وجود کے تقاضے ... محبت الٰہی کے جذبہ ... اولاد اور دنیا کو بھی ... محبوب ... درجہ کا ذکر بنانا چاہتا ہے تو وہ ہرگز مقبول نہیں ہو سکتا۔ حضرت اقدس علیہ السلام اسی آمین میں اپنے مولیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

[ناخوانا] — [ناخوانا]

صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کے مطابق جماعت احمدیہ کا عظیم الشان جشن منانے کا پروگرام

از محترم الحاج مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی وکیل الاعلیٰ تحریک جدید قادیان

"اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے جو صاحب تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی چالاکی مملکتوں میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آرہا ہے ... میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نمایاں ہیں۔ یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے جس کی بنا پر محمدؐ کا مذہب ہمارے نگاہ میں قابل نفریں قرار پاتا ہے۔ اس نئے اسلام کی وجہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جارہی ہے"

مندرجہ بالا بیان لنڈن میں منعقدہ پادریوں کی عظیم الشان کانفرنس میں لارڈ بشپ آف گلوسسٹر ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ نے ۱۸۹۴ء میں دیا تھا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ ان کا مدعا کس کی طرف ہے اور یہ الفاظ کس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے مبارک وجود اور آپ کی قائم کردہ جماعت کی طرف۔ کیونکہ یہی وہ مبارک وجود تھا جس نے اسلام کو بدعات کے گرد و غبار سے پاک اور صاف کر کے اس کا روشن چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم فرمایا۔ اور اسلام کی عظمت رفتہ کو قائم کرنے کے لئے تن من اور دھن کی بازی لگا دی۔ یہی وہ مبارک وجود تھا جسے اللہ تعالیٰ نے سرزمین ہند میں مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام کے روپ میں مبعوث فرمایا۔ یہی مبارک وجود تھا جس کے ہاتھوں سے انقلاب روحانی کے تار الجھے ہوئے تھے جس کی آواز نقارہ خدا تھی۔ جو صداقت اسلام اور عظمت محمد خیر الانام کے لئے قادیان کی بستی سے بلند ہوئی۔ یہی وہ پاک وجود تھا جس نے اپنے اعلیٰ اخلاق فاضلہ فداہ ... نشانات ربانی اور علوم الٰہی کی بنا پر ایک خادم اسلام اور خادم قرآن جماعت کی بنیاد رکھی۔ اور ... [illegible] قرآن سے آگاہ کیا اور فتنہ دجال اور فتنہ صلیب کا مقابلہ کرنے کے لئے زبردست دلائل و براہین سے مسلح کیا۔

اس مبارک وجود نے عملی طور پر کام کرنے والے مجاہدین اسلام کی اس جماعت کی بنیاد ۱۸۸۹ء میں رکھی۔ اور اس کو سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم احمد کا مظہر قرار دے کر اس کا نام جماعت احمدیہ رکھا۔ کسی نئی طرز کے اسلام کے قیام کے لئے نہیں بلکہ اسلام کے روحانی غلبہ اور اس کی نشأۃ ثانیہ کے لئے جسے سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ۱۴۰۰ سال قبل پیش فرمایا۔

بانیٔ جماعت احمدیہ سیدنا حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوا جماعت احمدیہ میں خلافت علیٰ منہاج نبوت کا اجراء ہوا۔ اور اس طرح یہ جماعت ایک ہاتھ پر متحد ہو کر اسلام کی حقیقی خدمت اور اشاعت کا کام سرانجام دے رہی ہے۔ اور یہ حقیقت اب ساری دنیا پر روشن ہو چکی ہے کہ خلافت کی کامیاب قیادت کے نتیجہ میں اس جماعت نے وہ ٹھوس خدمت اسلام کر دکھائی ہے جس سے جماعت کا بڑے سے بڑا دشمن بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور اس جماعت نے سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے جھنڈے ملک بملک گاڑ دیئے ہیں۔ لارڈ بشپ چارلس جان ایلی کوٹ نے جب گھبراہٹ میں یہ کہا تھا کہ اس نئے اسلام کی وجہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پھر پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جارہی ہے تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کو کام کرتے ہوئے چند ہی سال گذرے تھے لیکن آج یہ جماعت بفضلہ تعالیٰ عالمگیر وسعت اختیار کر چکی ہے۔ اور دنیا کے متعدد ممالک میں اس جماعت کے تبلیغی مراکز اور مشن ہاؤسز قائم ہو چکے ہیں۔

اور اب اس جماعت کے قیام پر ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو ایک صدی پوری ہونے والی ہے اور جماعت احمدیہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرنے کی کامیابی پر حمد اور عزم کے جذبات سے پُر ہو کر صد سالہ جشن منانے کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ یہ صد سالہ جشن کس صورت میں منایا جائے گا۔ اس کی کچھ تفصیل اس مضمون میں پیش کی جارہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا ولولہ انگیز بیان

تیسرے خلیفہ حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء کو جلسہ سالانہ ربوہ کے عظیم اجتماع میں صد سالہ جشن کا منصوبہ جماعت کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"آج سے سولہ سال بعد یعنی ۱۹۸۹ء میں ہماری جماعت کے قیام پر پورے سو سال ہو جائیں گے اور چونکہ جماعت کے قیام سے لے کر اب تک اس کا ہر قدم ترقی کی طرف بڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی تائید اور نصرت سے نوازا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ایک طرف اپنی قربانیوں کے معیار کو بڑھائیں اور دوسری طرف جماعت کے قیام پر سو سال پورے ہو جانے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے ایک عظیم الشان جشن منایا جائے۔ لیکن اس شان کے مطابق اِن سو سالوں میں جماعت اتنی قربانیاں کرے کہ اشاعت اسلام کی مہم کو غیر معمولی وسعت دی جاسکے۔"

(مجلہ الفضل ربوہ ۱۷ جنوری ۱۹۷۴ء)

جشن کی اغراض

اس جشن کی اغراض بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"صد سالہ جشن دو اغراض کے ماتحت منایا جارہا ہے ایک غرض تو یہ ہے کہ جماعت مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گائے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہوئے ہمیں اپنی رحمتوں، برکتوں اور نصرتوں سے نوازا۔ دوسری غرض یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی عجز کے ساتھ سر جھکاتے ہوئے اپنے اس عزم کا عہد کریں کہ اے ہمارے پیارے رب ہم نے گذشتہ صدی میں اپنی حقیر قربانیاں تیرے حضور پیش کی ہیں اور تو نے ہماری ناچیز قربانیوں کو قبول فرما کر اپنی نصرت سے نوازا ہے ہم اپنی کمزوریوں کے باوجود تیرے حضور یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم تیرے فضل اور تیری ہی دی ہوئی توفیق سے آئندہ صدی میں قربانیاں کرتے چلے جائیں گے اور ... اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے عظیم الشان منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کوشاں رہیں گے ...... یہی حمد اور عزم دو لفظ ہیں جن کا مظاہرہ ۱۹۸۹ء میں ہماری طرف سے صد سالہ جشن پر ہوگا۔"

(خطبہ فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء بحوالہ بدر ۱۳ جنوری ۱۹۷۴ء)

گویا اس جشن کو مناتے وقت کوئی لغو تماشے نہیں ہوں گے۔ ناچ و سرود کی محفلیں نہیں ہوں گی۔ قوالیوں کی مجالس قائم نہ ہوں گی۔ لہو و لعب کی باتیں نہیں ہوں گی۔ ہاں خدا تعالیٰ کی حمد ہوگی اور زیادہ سے زیادہ قربانیاں کرنے کا اظہار ہوگا۔ اور یہ سارا پروگرام اسلام کی سربلندی اور اس کی اشاعت نیز سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرنے سے متعلق ہوگا۔

منصوبہ جشن کے لئے مالی مطالبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم منصوبہ ... کے لئے ۲½ کروڑ روپے کی مالی قربانی کا جماعت سے مطالبہ کیا تھا اور اس طرح توقع کا اظہار فرمایا کہ جماعت انشاء اللہ ۵ کروڑ روپے تک کی رقم انشاء اللہ پیش کر دے گی۔

جماعت احمدیہ نے حضور کے اندازے سے بہت بڑھ کر یعنی ۱۰ کروڑ روپے سے زائد پیش کر دیئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

پروگرام کی کچھ جھلکیاں

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔ ۱۰ کروڑ کی اس رقم سے کیا اہم کام سرانجام دیئے جائیں گے ان کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں:

- دنیا کے متعدد بڑے بڑے ... میں دینی مراکز قائم کئے جاچکے ہیں۔
- دنیا کے متعدد ممالک میں مساجد کی تعمیر کا پروگرام ترتیب دیا جا چکا ہے۔
- دنیا کی متعدد اہم زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کرنے کا انتظام کیا جارہا ہے۔
- سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے قرآن مجید کے مضامین کو سامنے رکھ کر کچھ آیات کا انتخاب فرمایا ہے۔ ان منتخب آیات قرآن مجید کا ۱۱۴ زبانوں میں ترجمہ ...

کا انتظام کیا جا رہا ہے

• ...اسلام کی بنیادی تعلیمات اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک ایک سو معروف زبانوں میں شائع کرنے کا پروگرام ہے۔

• ...منتخب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تراجم بھی مختلف زبانوں میں شائع کرنے کا پروگرام ہے۔

• ...منتخب اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تراجم بھی کئی ایک زبانوں میں شائع کرنے کا پروگرام ہے۔

• ...منتخب اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تراجم بھی کئی ایک زبانوں میں شائع کرنے کا پروگرام ہے۔

• ...سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس موقع کے لئے ایک خصوصی پیغام جاری فرمائیں گے حضور کا یہ پیغام بھی مختلف زبانوں میں شائع کیا جائے گا۔

• ...جماعتی اخبارات۔ رسائل کے خصوصی نمبر شائع کئے جائیں گے۔

• ...سوونیئرز کی مختلف زبانوں میں اشاعت ہوگی۔

• ...مختلف مقامات پر متحرک و غیر متحرک نمائشوں کا انتظام ہوگا۔

اللہ پاک کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ یہ جملہ پروگرام دسمبر ۱۹۸۸ء سے آخر تک مکمل ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

احمدیہ جماعتیں صد سالہ جشن کس طرح منائیں گی

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس موقع پر کئی تعمیری پروگرام اور بنیادی نوعیت کی مختلف تنظیمیں قائم کی جائیں گی۔ بلکہ یہ صد سالہ پروگرام روحانیت سے پُر ہوگا۔ چنانچہ

• ...۲۲ مارچ ۱۹۸۹ء کو عالمگیر جماعت احمدیہ کے بالغ مرد و زن روزہ رکھیں گے۔

• ...۲۳ مارچ کو نماز فجر سے قبل نماز تہجد با جماعت ادا کی جائے گی۔

• ...۲۳ مارچ کو جماعتیں اپنی اپنی جگہ پر یوم مسیح موعود کے جلسوں کا انتظام کریں گی۔

• ...۲۳ مارچ کو مقامات مقدسہ اور ادارہ جات پر چراغاں کیا جائے گا۔

• ...۲۳ مارچ کو ہی بچوں میں شیرینی تقسیم ہوگی۔ اور غرباء کے لئے صدقات کا انتظام کیا جائے گا۔

• ...دوران سال ۱۹۸۹ء میں آنے والے جلسہ ہائے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جلسہ یوم خلافت عظیم پیمانے پر منائے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

• ...۲۳ مارچ سے یہ پروگرام شروع ہو کر آخر دسمبر تک مختلف صورتوں میں جاری رہیں گے۔ انشاء اللہ

جماعت کی روحانی ترقی کے لئے پروگرام

ان پروگراموں سے واضح ہے کہ جماعت احمدیہ اس جشن کے موقع پر اسلام کی سربلندی کے لئے مزید قربانیاں کرنے کا عزم کرے گی وہاں روحانیت میں ترقی کے پروگراموں پر بھی عمل پیرا ہوگی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے اس صد سالہ جشن کے اعلان کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جماعت احمدیہ کو اس طرف توجہ دلائی کہ اس منصوبہ کے دوران جماعت کو اپنی روحانی ترقی کے لئے عبادات اور دعاؤں پر بھی زور دینا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے ۸ فروری ۱۹۷۴ء کو مسجد اقصیٰ میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

جہاں تک صد سالہ احمدیہ جوبلی کی تحریک کے مالی پہلو کا تعلق ہے یقینی جماعت کے وعدے اللہ تعالیٰ کے فضل سے چار کروڑ تک پہنچ گئے ہیں اور کوئی بعید نہیں اگر یہ وعدے پانچ کروڑ سے بھی زیادہ بلکہ دس کروڑ تک پہنچ جائیں لیکن اس تحریک کا حقیقی روحانی پہلو ہے۔ اصل فکر جو ہمیں ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر قربانیوں کو قبول فرما دے اور اس منصوبے کے وہ نتائج ظاہر کرے جو دنیا بھر میں اسلام کو غالب کر دینے پر منتج ہوں۔

حضور نے فرمایا اسکے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور تضرع کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی دعاؤں کی ضرورت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس منصوبے کے لئے آسمانی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھول دے حضور نے دعاؤں اور عبادات کا ایک خاص پیروگرام بھی جماعت کے سامنے رکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) جماعت احمدیہ کے قیام پر ایک صدی مکمل ہونے تک ہر ماہ احباب جماعت ایک نفلی روزہ رکھیں۔ جس کے لئے ہر شہر۔ قصبہ اور گاؤں میں کوئی ایک دن مقامی طور پر مقرر کر لیا جائے۔

(۲) دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں جو نماز عشاء کے بعد سے لے کر ... نماز فجر سے پہلے تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کئے جا سکیں۔

(۳) کم از کم سات بار روزانہ سورۃ فاتحہ کی دعا پڑھی جائے۔

(۴) تسبیح۔ تحمید۔ درود شریف اور استغفار ۳۳-۳۳ بار روزانہ پڑھے جائیں۔

(۵) مندرجہ ذیل دو دعائیں روزانہ کم از کم ۱۱ بار پڑھی جائیں۔

(۱) ربنا افرغ علینا صبرا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین۔

(۲) اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذ بک من شرورھم۔

احباب جماعت کا فرض ہے کہ وہ التزام کے ساتھ اس پروگرام پر عمل جاری رکھیں جماعت کی روحانی ترقی کے لئے اور ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے جو اس وقت جماعت کو درپیش ہیں۔ اللہ کی نصرت اور اس کی مدد حاصل کرنے کے لئے اس نسخے پر باقاعدگی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین

ہمارے موجودہ پیارے امام نے بھی اسی سال اپنے متعدد خطبات میں جماعت کو روحانی ترقی کے حصول کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور بتایا ہے کہ احباب جماعت اپنے اندر تقویٰ اور محبت الٰہی کو پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ آپ خطبہ جمعہ ۲۰ مارچ ۱۹۸۷ء میں فرماتے ہیں:۔

"میں چاہتا ہوں کہ صد سالہ جشن سے پہلے پہلے جماعت تقویٰ سے اس قدر ایسی حسین اور مزین ہو چکی ہو کہ سجی ہوئی دلہن کی طرح جو اپنے حسن کے عروج پر ہو اور پھر سجائی گئی ہو۔ اس طرح اگلی صدی میں داخل ہو رہی ہو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو"

برادران اسلام سے ضروری گذارش آخر میں ہم نہایت ہی درد بھرے دل کے ساتھ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو ابھی تک جماعت احمدیہ کی طرف توجہ نہیں دے سکے اُن کی خیر خواہی کی خاطر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ہے اس جماعت نے دنیا میں پھر سے صحیح اسلام کو اس کی عملی صورت میں پیش کیا ہے۔ اس پر اپنوں اور بیگانوں کی طرف سے مخالفت و شورش کے طوفان اُٹھے لیکن یہ ثابت قدم رہی۔ اس پر مخالفت کی آندھیاں چلیں لیکن اس کے قدم نہ ڈگمگائے بلکہ افراد جماعت نے ہمیشہ اپنا قدم اخلاص اور قربانیوں میں آگے ہی آگے بڑھایا۔ وہ جماعت جو الٰہی جماعت اور خدا تعالیٰ کی منتخب کردہ جماعت ہوگی۔ اس کی صداقت خدا تعالیٰ کے ہی بیان کردہ اصول صداقت پر پرکھی جائے گی۔ اس لئے میرے بھائیو! آپ لوگ قرآن مجید کے بیان کردہ اصول پر۔ الٰہی جماعتوں کے معیار پر جماعت احمدیہ کی صداقت کو پرکھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم شہادات کو دیکھیں کہ وہ کس کے ساتھ ہیں۔

اے برادران اسلام ہمارا اور آپ کا اختلاف بالکل فروعی ہے۔ ہمارا اور آپ کا ارکان اسلام پر پورا اعتقاد ہے۔ ہمارا اور آپ کا اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ ہمارے اور آپ کے رسول سید الاولین و الآخرین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں۔ ہمارا اور آپ کا قبلہ اور دین اسلام ایک ہے۔ ہمارا اور آپ کا قرآن پاک اور کلمہ طیبہ ایک ہے۔ ہم ایک ہی بیت اللہ شریف کا حج کرنے والے ہیں۔ اس لئے آیئے آپ بھی جماعت احمدیہ میں داخل ہو کر تبلیغی جہاد میں ہمارے ساتھ شامل ہوں۔ اور آپ بھی ہمارے ساتھ اس جشن میں شریک ہوں۔ جو سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے قیام اور اسلام کے روحانی غلبہ کو قریب سے قریب تر لانے کے لئے منایا جا رہا ہے۔

وما علینا الا البلاغ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

درخواست دعا

مکرم حضرت صاحب منڈا سنگر صدر جماعت احمدیہ ہبلی سے مکرم غضنفر حسین صاحب خان آف واپیواڑی دگوا جنہوں نے مخالفت کی وجہ سے اپنی رہائش تبدیل کی ہے کئی پریشانیوں کے ازالہ کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

(ادارہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانیہ اور علمائے اسلام

از محترم گیانی عباد اللہ صاحب مقیم سیاٹل ۔ (امریکہ)

اللہ تعالیٰ نے عالم کائنات میں دن اور رات کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے اور جب سے یہ دنیا آباد ہے ہر دن جب طلوع ہوتا ہے تو اپنے ساتھ رات کا پیغام بھی لے کر آتا ہے۔ اسی طرح پر آنے والی رات اپنے ساتھ دن چڑھنے کا مژدہ بھی لے کر آتی ہے۔ یہ کبھی بھی نہیں ہوا کہ دن چڑھے تو پھر رات ہی نہ آئے۔ یا رات آئے تو دن چڑھنے کا نام ہی نہ لے یہی حال روحانی دنیا کا ہے۔ دین کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے روحانی دن اور روحانی رات مقرر کر رکھے ہیں۔ جب دنیا اپنے خالق اور مالک کو بھلا دیتی ہے۔ اور شیطان کے پنجے میں جکڑی جاتی ہے تو ایسی حالت کو روحانی رات سے تشبیہ دی جاتی ہے اور جب خدا کا کوئی فرستادہ کھڑا ہوجاتا ہے۔ اور لوگوں کو خدائے رحمٰن کے دین کی طرف بلاتا ہے۔ تو اسی وقت روحانی دن طلوع ہوجاتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے کہ

ہیں وہ بدلی نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

اور قرآن شریف کا ارشاد ہے کہ :-

ولقد ضل قبلھم اکثر الاولین

ولقد ارسلنا فیھم منذرین ٥

فانظر کیف کان عاقبۃ المنذرین

(الصّٰفّٰت)

ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ٥

(احزاب آیت ۶۳)

یعنی جب بھی لوگوں کی اکثریت صراط مستقیم سے بھٹک کر گمراہی کے گڑھے میں گر گئی تو خدائے رحمٰن نے لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنے فرستادے مبعوث کئے۔ جنہوں نے لوگوں کو ہر قسم کے خطرات سے آگاہ کر دیا۔ تم اس پر غور کر کے دیکھو کہ جن لوگوں کو ڈرایا گیا ان کا انجام کیسا ہوا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کے قانون میں تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ یعنی جب بھی گمراہی پھیلے گی خدا کے فرستادے ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اور لوگوں کی اصلاح کے سامان کئے جاتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آخری اور دائمی شریعت دنیا میں نازل کی گئی جو قیامت تک کے لوگوں کے لئے کام آنے والی ہے۔ اور اس کی حفاظت کا بندوبست بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اس بارہ میں ارشاد ہے کہ

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ؀

قرآن شریف کی حفاظت کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ میں مجددین کا سلسلہ جاری کیا۔ اور ہر صدی کے سر پر ایک مجدد یا ایک سے زائد مجددوں کے ذریعہ قرآن شریف کی حقانیت ثابت کرنے کے انتظام فرمائے۔

قرآن شریف سے یہ امر واضح ہے کہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسا زمانہ مقدر تھا کہ جب ان کی اکثریت "ولقد ضل قبلھم اکثر الاولین" کی مصداق بن جائے گی۔ اور لوگ قرآن شریف کی مقدس تعلیم سے بہت دور ہو جائیں گے۔ اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ

یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ (الفرقان آیت ۳۱)

گویا کہ اکثر مسلمان قرآن شریف کی مقدس تعلیم پر عمل کرنا ترک کر دیں گے۔

اس امر کی مزید وضاحت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مقدس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

یاتی علی الناس زمان لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہ ولا من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماء ھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود۔

یعنی ایک ایسا زمانہ مقدر ہے کہ جب لوگوں میں اسلام کا صرف نام ہی باقی رہ جائے گا (اور حقیقت میں اسلام مفقود ہو جائے گا۔) اور اس وقت قرآن شریف بھی رسمی طور پر پڑھا جائے گا۔ اور مساجد بہت عالیشان بنائی جائیں گی مگر وہ ہدایت سے خالی ہوں گی۔ اس وقت ان مسلمانوں کے علماء تمام مخلوقات سے بدترین ہوں گے۔ ان میں بڑے بڑے فتنے پیدا ہوں گے۔ پھر آخر کار ان میں لوٹ جائیں گے۔

اب اہل علم اور اہل دانش خدا کا خوف دل میں رکھ کر اپنے اردگرد کے حالات کا جائزہ لے کر دیکھ لیں کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جو باتیں بیان فرمائی ہیں وہ سب ایک ایک کر کے پوری ہو چکی ہیں کیا ان میں کوئی کسر باقی رہ گئی ہے۔ اگر ان کے دل میں خدا کا خوف ہے اور اس بات پر ان کا ایمان ہے کہ ہم سب نے ایک دن مر کر اپنے رب العزت کے حضور پیش ہونا ہے۔ تو وہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت کا یہی حال ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے مخالف [illegible] مولانا مودودی صاحب [illegible] مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے کہ :-

[illegible] قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ جس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم [illegible] نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ [illegible] مطابق تبدیل ہوا ہے باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔ اس لئے مسلمان ہیں۔

(مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۳۰ ایڈیشن اوّل)

گویا کہ ہزار میں سے ۹۹۹ مسلمان اسلام کی تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ ان کو کوئی بھی علم نہیں ہے یہ کسی احمدی کے خیالات نہیں ہیں بلکہ اس کے ہیں جسے موجودہ زمانہ کا مسلمانوں کا ایک خاص طبقہ مفکر اسلام تصور کرتا ہے۔ اور شاید پاکستان کے فوجی ڈکٹیٹر ان کو اپنا پیر و مرشد تصور کرتے تھے۔ اپنے مفہوم کے لحاظ سے اس میں وہی کچھ بیان کیا گیا ہے۔ جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی حالت زار کے بارہ میں فرمایا ہے۔

اسی طرح مولانا حالی فرماتے ہیں کہ

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
فقط رہ گیا ہے اک نام باقی

(مسدس حالی)

ڈاکٹر اقبال نے فرمایا ہے کہ :-

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

(جواب شکوہ)

جب مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی تعلیم سے ہٹ کر ادھر اُدھر بھٹک رہی ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی سنت قدیمہ کے ماتحت مسلمانوں کو پھر سے حقیقی مسلمان بنانے کے سامان کرے گا۔ اور ان میں ایک مہدی اور مسیح پیدا کرے گا۔ جو ان کو پھر سے حقیقی مسلمان بنائے گا۔ اور وہ

چوں دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

کا مصداق ہوگا۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں یہی فرمایا ہے کہ

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم ٥

(بخاری شریف)

یعنی اے مسلمانوں اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب کہ تم میں مسیح ابن مریم نازل ہوگا۔ اور وہ تمہارا امام ہوگا۔ اور تم ہی میں سے ہوگا۔

ہمارے دوسرے مسلمان بھائی آنے والے مسیح ابن مریم اور امام مہدی کو دو الگ الگ وجود تسلیم کرتے

بلکہ اس حدیث کا منشا یہی ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی وجود ہوگا۔ جو مسیح بھی ہوگا۔ اور مہدی بھی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں "اِمَامُکُم مِنکُم" کی بجائے "فَاَمَّکُم مِنکُم" کے الفاظ آئے ہیں۔ جو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ مسیح ابن مریم مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں ہی میں سے ہوگا۔ یہ دو وجود نہیں بلکہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں نیز ابن ماجہ کی حدیث میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے "لا المہدی الا عیسیٰ" فرما کر اس بات کی وضاحت فرما دی ہے کہ مسیح اور مہدی دو وجود نہیں۔ بلکہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی روشنی میں ایک مسلمان بزرگ حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:-

مہدی وقت عیسیٰ دوراں
ہر دو را شہسوار مے بینم

(حضرت نعمت اللہ ولی کا اصلی قصیدہ [illegible])

یعنی وہ اپنے زمانہ کا مہدی اور اپنے دور کا عیسیٰ ہوگا۔ میں اس شہسوار میں دونوں باتیں دیکھ رہا ہوں۔

حضرت محی الدین ابن عربی نے اس بارہ میں یہ فرمایا ہے کہ:-

وجب نزولہ فی آخر الزمان بتعلقہ ببدن آخر۔

(تفسیر شیخ اکبر)

گویا کہ حضرت محی الدین ابن عربی کے نزدیک بھی آنے والا مسیح کوئی دوسرا شخص ہوگا۔ پہلا مسیح ناصری نہیں ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ پہلے مسیح کی خو بو پر مسیح ثانی کو مبعوث کرے گا۔ یہی جماعت کا عقیدہ ہے اور ہم اس کی تائید میں مسلمان بزرگوں کے حوالہ جات بھی پیش کر چکے ہیں۔ گویا کہ یہ کوئی ہمارا اختراع نہیں ہے بلکہ ہم سے صدیوں پہلے گزر چکے بعض مسلمان بزرگوں کا بھی یہی خیال تھا کہ آنے والا مسیح اصل مسیح نہیں مثیل مسیح ہوگا۔ جو مسلمانوں میں سے ہی ہوگا۔ مگر اس کے باوجود ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اس بارہ میں یہاں تک بیان کرنے سے دریغ نہیں کرتے کہ:-

"نئی نبوت کی طرف بلانے والے حضرات عام طور پر ناواقف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیح نبی تھے۔ اس لئے ان کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ ختم نبوت بھی برحق اور اس کے باوجود مسیح موعود کا آنا بھی برحق ہے"۔ (قومی ڈائجسٹ قادیانیت نمبر)

اس سے یہ امر واضح ہے کہ مسیح موعود کو ماننے والے ختم نبوت کے منکر نہیں ہیں ان کو ختم نبوت کا منکر قرار دینا ناانصافی ہوگا۔ اس تعلق میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ "یہ بحث چھیڑنا بالکل لاحاصل ہے وہ (حضرت عیسیٰ) وفات پا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کر کے لانے پر قادر ہے۔"

(قومی ڈائجسٹ قادیانیت نمبر)

مگر کسی دوسرے شخص کو مسیح کی خو بو پر پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ سبحان اللہ۔ کیسی بات بیان کی ہے خدا تعالیٰ نے تو واضح الفاظ میں فرما دیا ہوا ہے کہ وحرام علی قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون۔

یعنی کسی مرے ہوئے انسان کو زندہ کر کے اس دنیا میں دوبارہ بھیجنا خدا تعالیٰ کے قانون کے سراسر خلاف ہے جب سے دنیا آباد ہے ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ خدا تعالیٰ نے کسی مرے ہوئے انسان کو زندہ کر کے دنیا میں بھیجا ہو۔ خدا تعالیٰ خود ہی اپنے قانون کو توڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ کر کے دنیا میں بھیج دے۔ ماننے والے اس کی قدرت کا سہارا تو لیتے ہیں مگر وہ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ خدا تعالیٰ کسی دوسرے شخص کو مسیح کی خو بو پر پیدا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ اس تعلق میں ڈاکٹر محمد اقبال بیان کرتے ہیں کہ:-

"میرے نزدیک مرزائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کے مانند جام مرگ نوش فرما چکے ہیں۔ نیز یہ کہ ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہوگا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے"

(اخبار مجاہد لاہور ۱۳ فروری ۱۹۳۵ء)

گویا کہ معقول بات تو یہی ہے کہ آنے والا مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہوگا۔ وہ تو فوت ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ اس کی خو بو پر کسی اور انسان کو پیدا کرے گا۔ جو مسلمانوں میں سے ہوگا۔ یہی جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے۔ قرآن شریف سے یہ بات ایک اور ایک دو کی طرح ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے ہاتھوں صلیب پر چڑھنے سے بچ گئے تھے۔ پھر اس کے بعد ہجرت کر کے ہندوستان آ گئے تھے۔ تاکہ بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کو تلاش کر سکیں پھر کشمیر میں ٹھہرے تھے۔ وہاں پر اپنی طبعی عمر پوری کر کے فوت ہو گئے تھے کشمیر کے محلہ خانیار میں ان کی قبر موجود ہے۔ اب تو بعض بیرونی محققین نے بھی یہ بات تسلیم کر لی ہے محلہ خانیار میں مسیح کی قبر ہے۔

قومی ڈائجسٹ میں اس تعلق میں یہ مرقوم ہے کہ:-

"یہ ثابت ہے کہ محمد آخری نبی ہیں اگر کہا جائے کہ آپ کے بعد عیسیٰ کے نزول کا ذکر احادیث میں آیا ہے تو ہم کہیں گے ہاں آیا ہے مگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے..... وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے کام کریں گے"۔

(قومی ڈائجسٹ قادیانیت نمبر ص۲۵۵)

یعنی

"عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابقہ نبوت پر نہیں ہوں گے۔ بہرحال اس سے معزول تو نہ ہوں گے۔ مگر وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے...... اور اب وہ اصول اور فروع میں شریعت کی پیروی پر مکلف ہوں گے۔ لہذا ان پر نہ اب وحی آئے گی۔ اور نہ انہیں احکام مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔ بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور آپ کی امت میں امت محمدیہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے..... اب یہ بات بیان [illegible] نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ نازل ہونے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے (قومی ڈائجسٹ قادیانیت نمبر ص۲۵۶)

جوابات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ بات بیان تو کر دی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو وہ امت محمدیہ کے ایک فرد اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت میں شریعت اسلامیہ پر خود بھی عمل کریں گے۔ اور دوسروں سے بھی کروائیں گے۔ قرآن شریف میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واضح الفاظ میں "رسولاً الیٰ بنی اسرائیل" کہا گیا ہے۔ اس تعلق میں ایک صاحب نے یہ بیان کیا ہے کہ:-

"اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی حیثیت میں تشریف لائیں گے۔ وہ شریعت محمدیہ کو منسوخ نہیں کریں گے۔"

(تحریک مولوی [illegible])

اب یہاں پر ایک سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ اگر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام دنیا میں تشریف لا کر امت محمدیہ کے ایک فرد ہوں گے۔ تو انہیں شریعت اسلامیہ کا علم کیسے حاصل ہوگا؟ بغیر علم کے وہ شریعت پر خود کیسے عمل کریں گے۔ اور دوسروں سے کیونکر کروا سکیں گے؟ کیونکہ جب وہ اپنی بعثت اولیٰ میں دنیا میں تشریف فرما تھے تو اس وقت شریعت موسویہ پر عمل پیرا تھے۔ اور شریعت اسلامیہ کا ابھی ظہور ہی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس وقت تو ابھی خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی۔ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور شریعت اسلامیہ کا ظہور ہوا تو علماء سو کے بقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا سے جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر جا چکے تھے۔ اس لئے یہ سوال قابل غور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شریعت اسلامیہ کا مکمل اور تفصیلی علم کیسے حاصل ہوگا؟ اور بغیر علم حاصل کئے وہ دوسروں کو کیا سمجھا سکیں گے؟ اگر کوئی صاحب اس کا یہ جواب دیں کہ ان کو شریعت اسلامیہ کا علم خود بخود حاصل ہو جائے گا۔ تو یہ بات قابل غور ہوگی کہ کسی علم کا خود بخود حاصل ہونا خصوصاً شریعت کا۔ یہ تو الوہیت کا خاصہ ہے رسالت کا نہیں۔ ایسی صورت میں ایسے لوگوں کو جو "مسیح" کے نعرے لگا رہے ہیں گرجاؤں کا رخ کرنا چاہیئے۔ اور بہتر ہے کہ عیسائیت کو قبول کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ عیسائی ہی مسیح کی الوہیت کے قائل ہیں۔

قرآن شریف تو ان کو "رسولاً الیٰ بنی اسرائیل" ہی قرار دیتا ہے خدا نہیں

باقی آئندہ

ختمِ نبوّت کی حقیقت

از مکرم سید عبدالعزیز صاحب مقیم نیوجرسی - امریکہ

غیر احمدی علماء ختم نبوت کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اور محض دنیاوی مفاد کی خاطر پراپیگنڈا کے طور پر ختم نبوت کو استعمال کرتے ہیں۔

ختم نبوت کے معنی مہر نبوت کے ہیں۔ غیر احمدی علماء بددیانتی یا لاعلمی سے ختم نبوت کے معنی نبوت ختم کے کرتے ہیں۔ حالانکہ ختم کے بنیادی معنی مہر (یعنی ذریعہ تاثیر) یا مہر (یعنی اثر اور عکس) کے ہیں۔ ختم کے معنی اگر ذریعہ تاثیر نہ ہو سکیں تو اثر اور عکس کے معنی کرنا جائز ہیں۔ ختم کے معنی عکس اور اثر سے یہ جائز ہے کہ ختم کے معنی کر لیے جائیں۔

ختم نبوت کے معنی مہر نبوت کرنا درست اور صحیح ہیں۔ کیونکہ یہ ختم کے معنی اولیٰ ہیں۔ مہر سے مراد حقیقی مہر ہے۔ جو اثر اور عکس پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ حقیقی مہر اپنے اثر اور عکس کے لئے بطور منبع اور معدن ہوتی ہے۔ نبوت چونکہ روحانی وصف ہے اس لئے ختم نبوت کے معنی یہ ہوئے کہ روحانی کمال کی مہر۔ یعنی اس سے ظلی نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ حقیقی مہر سے اس کا ظلّ و عکس اور ظہور میں آتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ختم نبوت، مہر نبوت اور چشمہ نبوت کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ نیز ختم نبوت اور خاتم النبیین سے ظلی نبوت کا استنباط فرمایا ہے۔ آپؑ اپنے رسالہ الہدیٰ صفحہ ۱ میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ عربی عبارت "درود اور سلامتی ہو اس خاتم الرسل پر جس کی ختم نبوت نے اس بات کا تقاضا کیا کہ اُس کی امت میں سے انبیاء کی مانند لوگ مبعوث کئے جائیں۔ اور اُس کے درخت اس دنیا کے منقطع ہونے تک روشنی اور پھل دیں۔ اور آپؐ کے آثار مٹ نہ جائیں۔ اور آپؐ کا ذکر غائب نہ ہو"۔

غیر احمدی علماء کے لئے کوئی وجہ نہیں کہ وہ ختم کے معنی حقیقی مہر یعنی ذریعہ تاثیر نہ کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ختم نبوت اور خاتم النبیین سے مراد کمالات نبوت بھی لئے ہیں۔

ختم اور خاتم کے معنی مہر حقیقی کے ہیں جو اپنے عکس اور اثر کے لئے بطور منبع کے ہوتی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فیضِ نبوت کے لئے منبع اور سرچشمہ ہیں اور النبیین کی نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض روحانی کی محتاج ہوتی تو اس طرح سے سلسلہ نبوت محمد رسول اللہ پر ختم ہوا۔

نہ کہ اُن انبیاء پر جنہوں نے آپؐ سے فیض نبوت حاصل کیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حقیقی مہر سے ظلی مہروں کا وجود پیدا ہوتا ہے۔ ظلی مہروں کا سلسلہ نہیں حقیقی مہر پر ختم ہوتا ہے کوئی بھی ظلی مہر آخری مہر نہیں کہلا سکتی۔ کیونکہ ان کے وجود کا انحصار حقیقی مہر پر ہے۔ البتہ ظلی مہریں آپس میں پہلی یا آخری ہو سکتی ہیں۔ پس ظلی نبی کا ہونا آنحضرتؐ کے آخری نبی ہونے اور حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی نبی ہیں اور آپؐ نے جو فرمایا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اُس سے مراد حقیقی نبی ہے نہ کہ ظلی نبی کیونکہ آپؐ نے ظلی نبوت کا خاتم النبیین سے اثبات فرمایا۔

ہم پھر اس بات کی طرف واپس آتے ہیں کہ جس پر سلسلہ فیض نبوت ختم ہوتا ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُس پر نبوت ختم ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنے رسالہ تحذیر الناس کے صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں۔

"موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے"۔

خاتم النبیین یعنی النبیین موصوف بالعرض ہیں۔ اور خاتم موصوف بالذات۔ اسی طرح مہرِ حقیقی موصوف بالذات ہے اور ظلی مہر موصوف بالعرض یعنی کسی وصف کے ختم ہونے کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اُس وصف کے کمالات اُس شخص پر ختم ہو گئے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم پر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے ہیں۔ پھر مولانا موصوف فرماتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پھر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے"۔

پھر مولانا نانوتوی فرماتے ہیں۔

"یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے"۔

پس جو موصوف بالذات ہوتا ہے۔ یعنی منبع فیض ہوتا ہے اُس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس پر وہ وصف ختم ہو گیا۔

اردو زبان میں بھی کہا جاتا ہے کہ فلاں پر شاعری ختم ہو گئی یا بہادری ختم ہو گئی۔ خاتم الشعراء اُس کو کہا جائے گا جس سے فن شاعری

سیکھا جائے۔

ختم نبوت اور خاتم النبیین کے معنی یہ ہوئے کہ آنحضرت صلعم پر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ اور آپؐ ظلی نبی کے لئے منبع فیض نبوت ہیں اور یہ کہ آپؐ آخری مستقل نبی ہیں۔ لا نبی بعدی کا اور آخری نبی کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی مستقل نبی خواہ وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ البتہ خاتم النبیین اور ختم نبوت تقاضا کرتے ہیں کہ ظلی امتی نبی ہو۔ اور آپؐ انبیاء اور نبوت کے لئے روحانی باپ اور ساکھ ہیں انبیاء کو حدیث میں اینٹ سے تشبیہ دی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی اینٹ کے لئے سانچہ اور مہر ہیں۔ مہر اپنا عکس اور ظل پیدا کرتی ہے۔ ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مہر ہیں۔ جن سے نبوت پیدا ہوتی ہے۔ یا یہ کہ آپؐ نبوت کے باپ ہیں۔ آئندہ نبوت آپؐ کے ذریعہ سے ہی مل سکتی ہے۔

فرق

اردو اور عربی کے ختم کے معنی میں فرق ہے۔ عربی میں ختم کے معنی ذریعہ تاثیر۔ اثر اور مہر کے ہیں۔ اردو زبان میں ختم کے یہ معنی کبھی نہیں ہوتے۔ عربی میں بعض دفعہ اثر کے معنی سے تاویل کر کے ختم کے معنی بنائے جاتے ہیں۔ عربی کا ختم اور خاتم اُردو زبان کے ختم سے بہت مختلف ہے۔ غیر احمدی علماء عموماً عربی کے ختم اور خاتم کے معنی ختم کے کر لیتے ہیں جو کہ غلط ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خاتم النبیین اور ختم نبوت کے معنی صحیح نہیں کرتے۔ بعض علماء معنی کو جانتے ہوئے دھوکہ دینے کی خاطر غلط معنی کرتے ہیں۔

خاتم اور سائر الانبیاء میں رابطہ اضافہ

محققین نے خاتم النبیین کی تشریح اس طرح کی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج کی طرح ہیں اور انبیاء چاند اور ستاروں کی طرح ہیں۔ جو سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ یہ تشریح لغت کے مطابق ہے۔ لغت کے مطابق خاتم کے معنی ذریعہ تاثیر اور افاضہ کے ہیں۔ انبیاء آنحضرتؐ سے فیض روحانی حاصل کرتے ہیں۔ انبیاء کا نور اپنا نہیں وہ محمد رسول اللہ کے نور سے منور ہوتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ [illegible] کے لحاظ سے آنحضرتؐ افضل الانبیاء ہیں۔ ایک [illegible] سے [illegible] ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی طالب علم سو میں سے سو نمبر حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے مقابل پر ایک دوسرا طالب علم ۹۹ نمبر حاصل کرتا ہے۔ سو نمبر حاصل کرنے والا

یقیناً فضیلت رکھتا ہے۔ اگر کوئی زیادہ فرق نمبروں میں نہیں۔ لیکن خاتم الانبیاء ہیں۔ انبیاء تو سارے یعنی سوفی صد آنحضرتؐ سے فیض لیتے ہیں جس کے لئے لفظ خاتم ہی موزوں ہے اور آپؐ کا مرتبہ اور منصب دوسرے انبیاء سے بہت بڑا ہے۔

انقطاعِ فیض

بعض کا خیال ہے کہ یہ فیض آنحضرت صلعم سے پہلے انبیاء تک محدود تھا۔ آنحضرتؐ کی آمد سے اس فیض کا انقطاع ہو چکا ہے۔ اس قسم کے خیال کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے۔ کہ آنحضرتؐ اپنی آمد کے بعد خاتم النبیین نہیں رہے یعنی دوسرے لوگ اب آپؐ سے روحانی فیض حاصل نہیں کر سکتے۔ یا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سورج تو ہے لیکن اب روشنی نہیں دیتا۔ ایسے خیال کا فاسد اور غیر معقول ہونا واضح ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ خاتم کا لفظ عمومیت رکھتا ہے۔ اگر آئندہ کوئی نبی ہو تو خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔ تحذیر الناس صفحہ ۲۸۔ مولانا چونکہ خاتمیت کی تعریف کر چکے ہیں۔ کہ خاتمیت انبیاء کا رسول اللہ سے فیض لینے کا نام ہے۔ تحذیر الناس صفحہ ۴ اور یہ کہ آئندہ اگر کوئی نبی ہو گا تو خاتمیت اس کے خلاف نہیں ہے۔ مولانا موصوف کے مخالفین نے فرق والے فقرہ کو خوب نشانہ اعتراض بنایا ہے اور دیوبندی علماء کے پاس اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں۔

آنحضرتؐ خاتم الانبیاء ہیں اور تا قیامت خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ کے برکات اور فیوض ابدی ہیں۔ بعض علماء خاتم النبیین کے صحیح لغوی معنی تسلیم کرنے کے بعد بھی انحراف کر جاتے ہیں۔ اور یہ قید لگا دیتے ہیں کہ یہ فیض صرف ماضی کے لئے تھا۔ ایسا خیال رکھنے والے علماء کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن کریم مترجم مولانا محمود الحسن صاحب اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ناشر۔ صفحہ ۵۵۰ ناشر نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی میں لکھا ہے۔

"بعض محققین کے نزدیک تو انبیاء سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم الانبیاء صلعم کی روحانیت [illegible] ہوتے [illegible] سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں [illegible] سورج [illegible] دکھائی نہیں دیتا اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ

بھی اسی طرح محمدی صلعم پر ختم ہونا

سمجھے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے"۔

اوپر کے بیان سے ہمارا پورا اتفاق ہوتا۔ اگر وہ انبیائے سابقین کی قید نہ لگاتے۔ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ کوئی کہتا ہے پہلے وہ شریف تھا اب شریف نہیں۔ یہ آنحضرت پر ایک دھبہ ہے۔ سورج ماضی میں چاند اور ستاروں کو روشن کرتا تھا۔ اب بھی کرتا ہے اور آئندہ بھی کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم نبوت کے متعلق فرماتے ہیں۔

"اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے" (دیکھو لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۶)

جس طرح چاند اور ستارے سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اُن کی روشنی اپنی نہیں ہوتی۔ اسی طرح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام محمد رسول اللہ صلعم کے نور سے منور ہوئے اُن کا نور اپنا نہ تھا۔ اسی وجہ سے وہ ظلی اور امتی نبی کہلائے۔ خاتم الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ آپ والد معنوی ہیں اور انبیاء اولاد معنوی۔ نیز خاتم الانبیاء میں ربط افاضہ ہے۔ یعنی ایک فیض دیتا ہے۔ دوسرا فیض لیتا ہے۔ یہی ربط سورج اور چاند۔ ستاروں کی روشنی میں ہے۔ یہی ربط خاتم اور اس کے اثر میں ہے۔ یا یہ کہہ سکتے ہیں۔ یہی ربط حقیقی اور ظلی مہر میں ہے۔ ظلی مہر اپنا اثر اور عکس حقیقی مہر سے لیتی ہے۔

ظلی مہر سے متعلق کوئی نہیں کہتا یہ ایک نئی مہر ہو گئی ہے۔ کوئی دوسری مہر پیدا ہو گئی ہے یا بعد میں کوئی مہر پیدا ہو گئی ہے"۔

یہ ظلی نبوت کسی طرح سے بھی لا نبی بعدی اور آخر الانبیاء کے خلاف نہیں کیونکہ وہ چاند اور ستاروں کی روشنی کی طرح ہوتی ہے جو سورج سے حاصل ہوتی ہے۔ چاند اور ستاروں کی روشنی اپنی نہیں ہوتی۔ ظلی نبی آنحضرت کے نور سے منور ہوتا ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں۔ مگر وہی جس پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۵)

اسی طرح خاتم الانبیاء میں جو ربط ہے۔ محققین نے اس کو خاتم ... اور اس کے اثر سے بیان کیا ہے یا خاتم کو موصوف بالذات کہا ہے اور الانبیاء کو موصوف بالعرض۔ یا خاتم کو حقیقی نبی کہا ہے اور الانبیاء کو اس کے ظل۔

بعض محققین نے بغیر کوئی نام دینے کے خاتم الانبیاء کی تشریح کر دی ہے۔ یعنی خاتم اور الانبیاء میں جو تعلق ہے اُس کو الگ نام نہیں دیا۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت رتبی و زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں۔ اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے یا ملتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں اور اسلام زندہ مذہب ہے کیونکہ آپ کی برکات اور فیض کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری ہے اور آپ کی نبوت مستقل نبوت ہے جس کی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہے اور اسی کو ظلی نبوت کہتے ہیں"۔ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

پس جہاں ربط و اتحاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی مدعی نبوت کے درمیان نہیں ہے۔ خاتم النبیین ایسے نبی کی آمد میں روک ہے۔

مولانا محمود الحسن صاحب اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی باوجود اس اقرار کے کہ انبیائے سابقین آنحضرت صلعم کی روحانیت عظمیٰ سے ہی مستفید ہوتے تھے۔ آئندہ رسول اکرم کا روحانیت عظمیٰ سے انکار ہے۔ اُن کے نزدیک روحانیت عظمیٰ صرف ماضی تک محدود تھی جس کی اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اور باوجود اس اقرار کے "اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب کا سلسلہ بھی روح محمدی صلعم پر ختم ہوتا ہے"۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانی کو دائمی تسلیم نہیں کرتے۔ اور خاتم النبیین اور ختم نبوت کے وہ معنی کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات نبوت کے خلاف ہوتے ہیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانی کو پہلے انبیاء کے زمانہ تک سمجھتے ہیں۔ یعنی آپ کے فیوض و برکات آپ کی بعثت سے چھ سو سال پہلے ختم ہو چکے تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

أنا خاتم النبيين وختم بي النبيون

مہر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک مہر حقیقی جو اثر اور نقش پیدا کرنے کی قوت رکھتی ہے یہ مہر نقش۔ اثر اور عکس کے لئے بطور منبع اور معدن کے ہوتی ہے۔ اس مہر کے معنی کبھی بھی بند کرنے والا اور ختم کرنے والا یا بند کر دیا گیا یا ختم کر دیا گیا کے معنی نہیں ہوتے۔ خاتم النبیین میں یہی مہر مراد ہے۔ مہر کے ان معنی کے لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے لئے بطور منبع کے ہیں۔ اور خاتم النبیین میں خاتم حقیقی مہر مراد ہے۔ دوسری مہر وہ ہوتی ہے جو حقیقی مہر ہوتی ہے۔ جو حقیقی مہر کے ثبت کرنے سے نقش اور اثر پیدا ہوتا ہے۔ یہ مہر اپنے وجود کے لئے حقیقی مہر کی محتاج ہوتی ہے۔ النبیین دوسری قسم کی مہر ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حقیقی مہر ہیں۔ اُس مہر کے فیض سے انبیاء مستفیض ہوئے ہیں جس طرح حقیقی مہر سے اُس کا نقش اور عکس پیدا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ وہ مہر جو نقش اور اثر ہوتی ہے اُس سے ختم کے معنی استنباط کرنا جائز ہوتا ہے۔

غیر احمدی علماء کی غلطی

غیر احمدی علماء خاتم کے معنی میں یہ غلطی کرتے کہ وہ محمد رسول اللہ کو حقیقی مہر تسلیم نہیں کرتے اگر وہ حقیقی مہر تسلیم کریں تو خاتم کے معنی ختم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

محمد رسول اللہ کو دوسرے انبیاء کا اثر اور عکس تسلیم کرنے سے ختم کے معنی کا جواز نکل سکتا ہے۔ لیکن اس سے قباحت یہ پیدا ہوتی ہے کہ سارے انبیاء اصل اور حقیقی قرار پاتے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے اثر۔ اس طرح سے جب سارے انبیاء حقیقی مہر ہوئے تو ان مہروں سے بہت سے آثار پیدا ہونے چاہئیں یہاں حالت یہ ہے کہ بہت سی اصل مہریں ثبت ہو رہی ہیں اور ان کے نتیجہ میں صرف ایک اثر پیدا ہو رہا ہے۔ یہ خلاف حقیقت بات اس جگہ سے وقوع میں آ رہی ہے۔ کیونکہ علماء خاتم النبیین کے معنی اثر کے کر رہے ہیں۔ جو کہ غلط ہیں۔ ان معنی کے لحاظ سے سوائے محمد رسول اللہ کے سارے انبیاء خاتم بن جاتے ہیں۔ خاتم کے معنی اثر کے کرنے سے ایک اور قباحت یہ لازم آتی ہے کہ اثر حقیقی مہر سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی حیثیت خاتم کے مقابلہ پر بطور مولود کے ہوتی ہے اور اس طرح سے اثر مفعولی حالت میں ہوتا ہے۔ اس طرح سے وہ مہر جو اثر اور نقش ہوتی ہے اُس کے معنی ختم کر دیا گیا اور بند کر دیا گیا جائز ہوں گے اور خاتم النبیین کے معنے اس صورت میں یہ ہوں گے کہ جس کو انبیاء نے ختم کر دیا۔ خاتم کے معنی مختوم کے بھی ہوتے ہیں۔ علماء یہی معنی خاتم کے کرتے ہیں۔ پس خاتم کے معنی اثر یا ختم کر دیا گیا کے کرنا یقیناً غلط ہیں۔

آنحضرت صلعم کی تشریح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انا خاتم النبیین اور ختم بی النبیون فرما کر مسئلہ ختم نبوت کو حل کر دیا ہے۔ یہ دونوں جملے معنی کے لحاظ سے مکمل اتحاد رکھتے ہیں۔ بعض دفعہ ایک ہی بات کو دو مختلف طریقوں سے ادا کیا جاتا ہے تاکہ سامعین کو غلطی نہ لگے۔ آپ نے اس مسئلہ کو یعنی مسئلہ ختم نبوت کو دو طریقوں سے بیان فرما کر بہت بڑا احسان امت پر کیا ہے۔

خاتم اور ختم کے ان دونوں فقروں میں ایک ہی معنی ہیں۔ خاتم کے معنی لغت میں مایختم به بیان ہوئے ہیں یعنی حقیقی مہر جس کے ذریعہ سے اثر پیدا کیا جاتا ہے۔ محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقی مہر ہیں۔ جن کی وجہ سے اور جن کے فیض روحانی سے استفادہ کر کے ایسے انبیاء ہو سکتے ہیں جو آپ کے مظہر اور ظل ہوں گے۔ کیونکہ خاتم یعنی حقیقی اور اصل مہر اپنا ظل ہی پیدا کرتی ہے۔

علماء کا موقف

غیر احمدی علماء کے نزدیک انا خاتم النبیین اور ختم بی النبیون ایک دوسرے سے مختلف معنی رکھتے ہیں۔

ختم بی النبیون کے وہ یہ معنی کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے انبیاء کو ختم کر دیا۔ حالانکہ ختم کے حقیقی معنی اثر پیدا کرنے کے ہیں۔ اور خاتم النبیین کے معنی یہ کرتے ہیں کہ انبیاء ختم۔ یہ علماء خاتم کے معنی یہاں حقیقی مہر نہیں بلکہ اس کے اثر کے کرتے ہیں۔ اور پھر اثر کی تاویل کر کے یہ کہتے ہیں کہ انبیاء ختم۔ یہ معنی غلط ہیں۔ کیونکہ اثر معنوی حالت میں ہوتا ہے۔ اور اس کے صحیح معنے یہ ہوں گے جس کو انبیاء نے ختم کر دیا۔

اختلاف

غیر احمدی علماء کے معنی میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ختم بی النبیون کے معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت نے دوسرے انبیاء کو ختم کر دیا۔ خاتم النبیین میں خاتم کے جو وہ معنی کرتے ہیں یعنی اثر اور نقش۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انبیاء نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کر دیا۔

علماء کے معنی کے لحاظ سے ان دونوں حدیثوں کے معنی میں مطابقت اور موافقت پیدا نہیں کی جا سکتی۔ ان دونوں حدیثوں کے معنی میں مطابقت اور موافقت صرف اور صرف اُس وقت پیدا ہو سکتی ہے۔ جب دونوں حدیثوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی مہر یعنی ذریعہ تاثیر انبیاء کے لئے تسلیم کیا جائے۔ اور یہ انبیاء اپنے مرتبہ اور مقام کی حیثیت سے حقیقی مہر کے ظل اور عکس ہوں گے۔ اس سے ظاہر ہے۔ خاتم النبیین کے معنی جو علماء کرتے ہیں وہ غلط اور جماعت احمدیہ کے معنی درست اور صحیح ہیں۔

سوال

علماء سے ہمارا سوال ہے کہ ان کو کونسی مشکل پیش ہے جس کی وجہ وہ خاتم کے معنی مایختم به نہیں کر سکتے۔ وما علینا الا البلاغ۔

خوشبوئے ملاقات

از محترم پروفیسر راجا نصر اللہ خاں صاحب دار الصدر غربی ربوہ

برسوں پہلے کی بات ہے کہ خاکسار تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا طالب علم تھا۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کالج میں تقریر کرنے کے لئے تشریف لائے۔ آپ اس وقت عالمی عدالتِ انصاف کے جج تھے تقریر کے دوران جو انگریزی زبان میں تھی آپ نے INTEGRITY پر بہت زور دیا۔ اور سب طلباء سے کہا کہ وہ یہ لفظ نوٹ کریں اور بعد میں ڈکشنری سے اس کے معنوں کو سمجھ کر اس کو اپنانے کی کوشش کریں۔ یہ لفظ اعلیٰ درجے کی دیانت اور کھرے پن کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت چوہدری صاحبؓ کی زندگی اس لفظ کی سچی اور منہ بولتی تصویر تھی۔ ہندوستان کی مشہور علمی اور ادبی شخصیت جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کے الفاظ میں چوہدری صاحب کی قلمی تصویر یوں بنتی ہے "فراخ چشم، فراخ عقل، فراخ علم اور فراخ عمل۔ قوم مسلمان، عقیدۃً قادیانی چُپ رہتے ہیں اور بولتے ہیں تو کانٹے میں تول کر اور بہت احتیاط کے ساتھ پورا تول کر بولتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گول میز کانفرنس میں ہندو مسلمان اور ہر انگریز نے چوہدری ظفر اللہ خاں کی لیاقت کو مانا اور کہا کہ مسلمانوں میں اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو فضول اور بے کار بات زبان سے نہیں نکالتا اور نئے زمانہ کی پالیٹکس پیچیدہ کو اچھی طرح سمجھتا ہے تو وہ چوہدری ظفر اللہ خاں ہے"

(اخبار منادی دہلی ۱۲۔۱۳ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے یہ حضرت چوہدری صاحبؓ کے کردار کی عظمت، لیاقت، دیانت اور کھرے پن کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ دنیا بھر کی عدالت کے صدر (چیف جسٹس) بن گئے ؎

تری قسمت میں تھی مسند عالمی انصاف کی
گویا حق گوئی کی تیری یہ بھی اک تصدیق تھی

(ناہید)

خاک ار کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کبھی حضرت چوہدری صاحبؓ جیسی شخصیت سے ایسی طویل ملاقات اور گفتگو کا موقع میسر آئے گا جو ایک خوشبو اور نکہت کی طرح دل و دماغ میں رچی بسی رہے گی۔ لیکن محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ صورت ملاقات اگست ۱۹۷۸ء میں پیدا ہو گئی۔ ان دنوں خاکسار مڈل ایسٹ میں بطور انگلش لیکچرار کے کام کر رہا تھا۔ اور کالج میں تعطیلات گرما کی وجہ سے لندن وغیرہ کے سفر کا موقع میسر آ گیا۔

ایک دن لندن کی سیر کے دوران اچانک دل میں آیا کہ حضرت چوہدری صاحبؓ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا جائے۔ چنانچہ خاکسار اور خاکسار کے (غیر از جماعت) مہربان دوست اور میزبان رضوی صاحب لندن مشن ہاؤس پہنچے۔ ایک صاحب سے حضرت چوہدری صاحبؓ کی رہائش گاہ کا پتہ کر کے گھنٹی بجائی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت چوہدری صاحبؓ کی آواز "یا من ہو" پر سنائی دی میں نے السلام علیکم کہہ کر مزاج پرسی کی۔ فرمایا۔ "الحمد للہ ٹھیک ہوں" میں نے عرض کیا "مڈل ایسٹ سے چھٹیاں گذارنے لندن آیا ہوا ہوں آپ کی ملاقات کے لئے چند لمحے عنایت فرما سکیں تو حاضر ہو جاؤں" فرمایا "چلے آئیں" اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔ رضوی صاحب اور میں سیڑھیوں پر اوپر چڑھے تو حضرت چوہدری صاحبؓ اپنے فلیٹ کے دروازے پر ہماری پذیرائی کے لئے موجود تھے۔ ہمیں بکمال شفقت اپنے کمرے میں لے گئے۔ درمیانے سے سائز کا کمرہ جس میں چند کرسیاں بچھی تھیں۔ سادگی کا عجیب نمونہ تھا۔ حضرت چوہدری صاحبؓ کالے رنگ کے سوٹ جس پر لمبی لمبی باریک دھاریاں تھیں (PINSTRIPED SUIT) میں ملبوس تھے۔ خاکسار کو چونکہ حضرت چوہدری صاحبؓ کی زیارت کا موقع کئی برس کے بعد ملا تھا اس لئے دیکھ کر دل کہہ کر رہ گئے لیکن چہرے پر وہی نور اور نکھرا ہوا رنگ تھا۔ اس پر سجی ہوئی سپید خشخشی داڑھی۔ ہم حضرت چوہدری صاحبؓ کی بلند و بالا شخصیت سے سخت مرعوب تھے۔ لیکن آپ از حد شفقت سے پیش آئے۔ میں نے اپنا اور اپنے دوست رضوی صاحب کا تعارف کرایا۔ یہ سن کر کہ رضوی صاحب کا پاکستان میں سیالکوٹ سے تعلق ہے۔ فرمایا "میرا بھی تعلق سیالکوٹ سے ہی ہے"۔ میں نے ہمت کر کے عرض کیا "چوہدری صاحب! آپ نے شاہ حسین کے متعلق اپنی کتاب "تحدیث نعمت" میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے ان سے بہت گہرے مراسم رہے۔ اور انہوں نے آپ سے شکوہ کیا تھا کہ آپ نے ان کے ہاں جانے کا وعدہ پورا نہیں کیا اور یہ کہ مذکورہ ملاقات تو دیارِ غیر لندن میں ہوتی ہے"۔ چوہدری صاحبؓ نے فرمایا "ان کے ساتھ تو بڑے گہرے مراسم ہیں۔ تھوڑا عرصہ پہلے ان کے سفیر صاحب مشن ہاؤس آئے تھے اور شاہ اور ولیعہد کی طرف سے دعوت اور پیغام دے کر گئے تھے کہ اردن ضرور آؤں سو میں پاکستان جاتے وقت ان کے ہاں گیا تھا"

میں نے عرض کیا "آپ کے شاہ فیصل کے ساتھ بھی بہت دوستانہ تعلقات تھے انہوں نے ۱۹۷۴ء میں جماعت کی کیوں مخالفت کی؟" فرمایا "شاہ فیصل بہت اچھے انسان تھے اور ان میں ایسی کوئی نامناسب عادت نہیں تھی جو عام طور پر عرب کے رؤساء و اُمراء میں ہوتی ہیں۔ بہر حال میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ شاہ فیصل نے بعض لوگوں کے بھڑکانے پر ان سے یہ شکوہ کیا تھا کہ اس جماعت کا مشن اسرائیل میں بھی ہے اس وجہ سے وہ بدظن ہو گئے تھے"۔

خاکسار نے عرض کیا "حیرت ہے اس وجہ سے اُن جیسے دانشمند انسان نے جماعت کے خلاف یہ اقدام کیا۔ حالانکہ وہ مشن اسرائیل کے قیام سے قبل بھی موجود تھا" فرمایا "اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ پوشیدہ حقیقت کیا تھی۔ ویسے شاہ فیصل کا جو انجام ہوا ہے اس سے تو یہی پتہ لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا غضب اُن پر نازل ہوا" فلسطین کا ذکر چھڑا تو فرمایا "فلسطین کا کیس میں نے ہی مفصل طور پر اقوام متحدہ میں پیش کیا تھا۔ عرب نمائندے تو زیادہ تر وقت ہی ضائع کرتے رہتے تھے اور زیادہ زور اس بات پر دیتے تھے کہ اسرائیلی اصل یہودی نہیں ہیں۔ میں اُن سے کہتا تھا کہ آپ اس بات پر وقت ضائع نہ کریں۔ میں تو بڑے شد و مد کے ساتھ یہ مسئلہ پیش کرتا تھا لیکن خود عرب نمائندوں نے مجھے کہا کہ ہم سارے فلسطین کے متعلق بحث نہیں کرنا چاہتے۔ اگر فلاں علاقہ تک (ایک چھوٹا سا گاؤں تھا) بھی ہمارے حق میں فیصلہ ہو جائے تو ہم خوش ہیں۔ پھر ان کے نمائندے یہ بھی کہتے تھے کہ ہم براہِ راست ایکشن کر کے تین دن میں اسرائیل کو مار بھگائیں گے۔ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ اس عرصہ کے دوران تو اقوام متحدہ ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرے گی"۔ پھر چوہدری صاحبؓ فرمانے لگے "یہ سب کہنے کی باتیں تھیں عمل کوئی نہیں تھا۔ ایک دفعہ میں ہوائی جہاز پر سفر کر رہا تھا میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک عرب شیخ بیٹھا ہوا تھا۔ دوران گفتگو مجھ سے کہنے لگا "یا سیدی! ہم کب اسرائیل کو شکست دے سکیں گے؟" تو میں نے کہا "جب آپ سب عرب متحد ہو جائیں گے"۔ شیخ نے کہا "سیدی! یہ تو کبھی بھی نہیں ہو گا"۔ میں نے کہا "پھر آپ لوگوں کا غلبہ بھی ناممکن ہے"۔

بھٹو صاحب کے ضمن میں میں نے عرض کیا "آج کل سعودی عرب تو بھٹو صاحب کے حق میں نہیں ہے"۔ فرمایا "مجھے کسی نے بتایا ہے کہ جنرل ضیاء الحق صاحب اپنے ساتھ وہ فلمیں سعودی عرب لے گئے تھے جن پر بھٹو صاحب نے خوفناک اور مجرمانہ احکامات لکھے تھے اس طرح شاہ خالد کی تسلی ہو گئی۔ پھر فرمایا "وہ شخص (بھٹو) کسی کا بھی لحاظ اور احترام نہیں کرتا تھا۔ مثلاً اگر کسی نے شاہِ ایران کا ذکر کیا تو وہ کہتا ارے شاہِ ایران کیا ہے وہ تو عقل سے عاری انسان ہے۔ یہ کہہ کر چوہدری صاحبؓ فرمانے لگے "بھٹو نے کئی سیاسی قتل کرائے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اُسے پکڑ لیا ہے۔ اس شخص کا سب سے بڑا جرم یہ ہے جسے خدا تعالیٰ ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ اس شخص نے اخلاقی جرائم بھی اسقدر گھناؤنے قسم کے کئے ہیں کہ اس سے زیادہ گری ہوئی چیز کوئی ہو نہیں سکتی۔ مثلاً سیاسی مخالفین کے اہل و عیال کے ساتھ شرمناک زیادتیاں"۔ یاد رہے کہ یہ گفتگو اگست ۱۹۷۸ء میں ہوئی تھی جبکہ بھٹو پر مقدمہ قائم تھا۔ اور اپریل ۱۹۷۹ء میں اُسے پھانسی پر لٹکایا گیا۔ پھر چوہدری صاحبؓ فرمانے لگے "میں جب لاہور سے جاتا ہوں تو ثاقب زیروی صاحب کو پہلے سے اطلاع کر دیتا ہوں۔ وہ ایئرپورٹ پر مجھے لینے آتے ہیں۔ ایک دفعہ ثاقب صاحب نے فرمایا کہ ایک محفل میں بیگم پیرزادہ نے فرمائش کی کہ میں کوئی نیا شعر اُن کو لکھ کر دوں۔ میں نے عرض کیا کہ شعر کا مطالبہ نہ کریں۔ کیونکہ یہ شعر آپ کو ناگوار گزرے گا۔ بیگم صاحبہ نے اصرار کیا تو ثاقب صاحب نے یہ شعر ان کو لکھ کر دیا ؎

خدائی کر رہا ہے ابن آدم
خدا جانے خدا خاموش کیوں ہے

فرمایا "جب ثاقب صاحب یہ بات سنا چکے تو میں نے کہا ثاقب صاحب! اللہ تعالیٰ ہم بندوں کی طرح عاجز نہیں کہ اُسے مقررہ پاکم مدت میں کئی کام کرنے ہیں اور یہ فکر ہو کہ یہ کام بھی کر لوں وہ کام بھی کر لوں بلکہ وہ تو قادر و توانا خدا ہے۔ جب اُس کی مرضی ہوتی ہے اُس وقت اُس کا حکم صادر ہو جاتا ہے۔ اگلی بار جب میں پاکستان گیا تو فوجی انقلاب آ چکا تھا۔ لاہور ایئرپورٹ پر ثاقب صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے فوراً کہا "کیوں ثاقب صاحب، آپ کا شعر سچا ہوا یا نہیں"!

پھر میں نے [illegible] پوچھا "چوہدری صاحب! پاکستان تو اندرونی مسائل میں گھرا ہوا ہے اور سیاسی قیادت بھی کسی طور پر متحدانہ عمل پر آمادہ نظر نہیں آتی۔ ایسے میں کیا امید ہے؟" فرمایا "غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہی فضل فرمانے والا ہے ویسے اب افغانستان کی طرف سے حالات ٹھیک نہیں"۔ یہ کہہ کر چوہدری صاحبؓ بالکل خاموش ہو گئے۔

توجہ ہم ... فرق ... گئی۔ ... ہم لوگ ... دکھ رہے۔

چند ... کے بعد ... نے سوچا کہ ... حضرت چوہدری صاحب کا بہت وقت لیا ہے اور انہیں بہت زحمت دی ہے۔ سو اجازت کے طالب ہوئے۔ ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا تو اس مجسم تواضع اور خلیق ہستی نے فرمایا "شکریہ تو آپ لوگوں کا کہ آپ تشریف لائے" اس طرح ہم اس بزرگ اور محترم ہستی سے رخصت ہوئے۔ راستہ بھر ہماری عجیب کیفیت تھی۔ چوہدری صاحب بار بار فرماتے "راجہ صاحب! یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنے ہاتھ سے پاکستان بنایا ہے۔ اب ان لوگوں کو پاکستان کے مسائل کا کس قدر دکھ ہے۔"

اس پُر لطف ملاقات کے کوئی ایک سال بعد پاکستان واپس آکر میں جب ثاقب زیروی صاحب کی ملاقات کے لئے دفتر "لاہور" میں حاضر ہوا اور حضرت چوہدری صاحب سے ملاقات اور آپ کے التفات کا ذکر کیا تو ثاقب صاحب فرمانے لگے۔ "وہ شخص اولیاء اللہ سے بھی اوپر کے درجے کا ہے۔" پھر فرمایا "مجھ پر بڑی مہربانی فرماتے ہیں اور ہم تو ان سے بے حد استفادہ کرتے ہیں۔ میں نے اس شخص کو قریب سے دیکھا ہے وہ بہت ہی بلند مرتبہ ہے۔" اس کے ساتھ ہی جناب ثاقب صاحب نے ایک واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے "میں ایک بار لندن گیا تو امام صاحب مسجد فضل لندن نے اپنے طور پر چوہدری صاحبؓ کو اطلاع دے دی کہ ثاقب صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ چوہدری صاحبؓ نے "ہیگ" سے پیغام بھیجا کہ میں دو ہفتے پہلے لندن آرہا ہوں۔ ثاقب صاحب کو وہاں کی سیر کرانی ہے۔ میں کچھ پریشان تھا کہ اتنے بڑے آدمی کے ساتھ کیسے نباہ ہوگا۔ بہرحال چوہدری صاحبؓ اپنے قول کے مطابق تشریف لے آئے اور ہوٹل وغیرہ کی ریزرویشن اور جملہ انتظامات مکمل کر کے آئے اور ہمیں خوب سیر و تفریح کرائی۔"

چوہدری صاحبؓ کا مزید تذکرہ کرتے ہوئے ثاقب صاحب فرمانے لگے "حیرت ہوتی ہے کہ اس عمر میں بھی وہ تصنیف و ترجمہ کا کام کس محنت و لگن سے کر رہے ہیں۔"

وسط مئی ۱۹۸۵ء میں وطن لوٹنے کے بعد اوائل جولائی میں خاکسار ثاقب صاحب سے ملنے دفتر لاہور میں حاضر ہوا۔ دوران گفتگو خاص طور پر حضرت چوہدری صاحبؓ کی صحت کے متعلق دریافت کیا۔ ثاقب صاحب فرمانے لگے "چوہدری صاحبؓ کی صحت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ میں ان معدودے چند لوگوں میں سے ہوں جن سے چوہدری صاحب مل لیتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ملنے گیا تو چوہدری صاحبؓ بہت مغموم تھے۔ کہنے لگے "اب میرے زندہ رہنے کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے کہا "بالکل ضرورت ہے"۔ فرمایا "وہ کیسے؟" تو میں نے عرض کیا "ایک تو جماعت کے لئے اور دوسرے مخالفین کے لئے۔ جماعت کی خاطر تو اس لئے کہ آپ کا وجود بابرکت ہے اور آپ سلسلہ کے مخلص اور عظیم خادم ہیں۔ جماعت کو آپ سے محبت ہے۔ اور مخالفین کی خاطر اس لئے کہ ان پر آپ کا رُعب ہے۔ آپ یہاں لاہور میں بیمار پڑے تھے اور غیر احمدی مخالفین یہ واویلا کر رہے تھے کہ لندن سالانہ جلسہ میں سر ظفر اللہ خان تقریر کرنے گئے ہیں۔ اس طرح مخالفین پر آپ کا رُعب طاری رہتا ہے۔"

بہرحال لمحہ وصال قریب آتا گیا۔ اور یکم ستمبر کو قبل دوپہر یہ جاں گداز اور غمناک خبر آئی کہ حضرت چوہدری صاحبؓ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لاہور کے اخبارات میں خبر پڑھ کر کہ لاہور میں نماز جنازہ تین ستمبر قبل دوپہر ادا کی جائے گی خاکسار اپنے ایک دوست معلم منیر محمود صاحب کے ہمراہ لاہور روانہ ہو گیا۔ اور ہم دونوں اگلے روز (بروز منگل) نو بجے صبح حضرت چوہدری صاحب کا آخری دیدار کرنے کے لئے ان کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ حضرت چوہدری صاحبؓ ابدی سکون کی نیند سو رہے تھے۔ ساتھ ہی ایک عجیب نظارہ دیکھنے میں آیا۔ ویسے تو حضرت چوہدری صاحبؓ زندگی بھر اطاعت امام کرتے رہے۔ لیکن یہ اطاعت انہوں نے مرنے کے بعد بھی نبھائی۔ وہ اس طرح کہ وفات کے بعد بھی حضرت چوہدری صاحبؓ کا کفن نما سفید براق چادر میں لپٹا ہوا سینہ کلمہ طیبہ کے مبارک الفاظ سے منور و مزین تھا۔

بے شک ؎

خوب طے تو نے کیا اپنا سفر سوئے معاد
زندہ باد زندہ باد زندہ باد زندہ باد

درخواست دعا

مکرم سید حمید اللہ صاحب آف سرینگر اپنے بیٹے عزیز سید حکیم احمد صاحب کے T.D.C پارٹ فرسٹ کے امتحان میں نمایاں کامیابی نیز بچوں کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے دعا کرتے ہیں۔ (ادارہ بدر)

نماز ساری ترقیوں کی جڑ اور زینہ ہے!
(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ)
AIR
CALCUTTA-15.
پیش کرتے ہیں:۔
آرام دِہ، مضبوط اور دیدہ زیب ربر شیٹ، ہوائی چپل نیز ربر، پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!

Regd. No P. GDP-3

Phone No. 35

The Weekly Badr QADIAN 143516

17th, 24th, Dec. 1987

ANNUAL NUMBER

PRICE Rs. 3-00

Only Title Printed at HAMDARD PRINTING PRESS JALANDHAR